TAFSIR BIN KASHIR 215-M 17
377805

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تفسیر ابن کثیر (اردو)

مصنفہ

علامہ ابن کثیر

5255

ترجمہ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند

ابن

حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں۔

پارہ نمبر ۱۰

واعلموا

جز ← ۱۱

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو پی)

تفسیر ابن کثیر (اردو) کے جملہ حواشی، اضافات، ترمیم اور عنوانات جدیدہ کے جملہ حقوق بحق مشہود اقبال مالک مکتبہ فیض القرآن دیوبند" محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب اس کی نقل چھاپنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ ورنہ نقصان اٹھائیں گے۔

مکتبہ فیض القرآن دیوبند یوپی

آپ کے علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، اور صحیح قرآنِ کریم و پارہ ہائے قرآن مجید، مستند و مفید تفاسیر اور اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا

واحد مرکز ہے

اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتب خانہ

طبع ششم ایک ہزار
مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس دہلی
قیمت پانچ روپیئے Rs. 5/00

377805

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	تقسیم غنائم	۵
۲	حالات کی ناسازگاری اور نصرتِ الٰہی کا عظیم مظاہرہ	۹
۳	ذکر اللہ ایک کارآمد ہتھیار	۱۲
۴	شیطانی فریب کا پردہ چاک	۱۳
۵	عالمِ آخرت کی جانب کفار کے قدم اور فرشتوں کی پیہم ضربات	۱۶
۶	فرعون اور اس کی ہلاکت	۱۷
۷	قانونِ فطرت	۱۷
۸	کفار ایک گھناؤنی مخلوق	۱۷
۹	معاہدۂ نا جنگ اور نقضِ عہد	۱۸
۱۰	جہاد کی تیاری	۱۸
۱۱	معاہدۂ نا جنگ	۲۰
۱۲	نذر دیجئے اور جہادی اسپرٹ پیدا کیجئے	۲۱
۱۳	ایک غیر مناسب اقدام ۔	۲۲
۱۴	جزا یا سزا	۲۴
۱۵	کارنامے اور شاہکار	۲۶
۱۶	فتنۂ کفر	۲۷
۱۷	ایمان، ہجرت اور جہاد	۲۸
۱۸	تفسیر سورۃ توبہ مدنیہ	۲۹
۱۹	جوارِ مکہ میں صرف مسلمان رہ سکتے ہیں	۲۹
۲۰	خدا کا دین غالب ہے ۔	۳۰
۲۱	ایفائے عہد	۳۲
۲۲	اب اقدام جنگ صحیح ہے	۳۳
۲۳	امن کی طلب اور اسلامی حکم	۳۴
۲۴	عمل میں مساوات	۳۵
۲۵	قرآن کا بیان اور اس کی صداقت پر تاریخ کی معتبر شہادت	۳۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	ابھی موقع ہے کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں	۳۶
۲۷	عہد شکنی کریں تو ان سے لڑو	۳۷
۲۸	تمہارے ہاتھوں کفار پر عذاب	۳۷
۲۹	خدائے واحد کو مانتے ہو تو اس کا ثبوت دو	۳۸
۳۰	مساجد کو مشرک آباد نہیں کر سکتے	۳۹
۳۱	بڑا کارنامہ، اجرِ عظیم	۴۰
۳۲	کفار سے کوئی قرابت اور تعلق نہیں	۴۱
۳۳	یومِ حُنین	۴۲
۳۴	ایک ممانعت	۴۵
۳۵	یہود و نصاریٰ کے ذہنی دھوکے	۴۷
۳۶	نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن	۴۹
۳۷	غلط طریقہ پر لوگوں کے مال کو اڑانا جرم ہے	۵۰
۳۸	بارہ مہینے	۵۳
۳۹	خدا کے حکم کے ساتھ مشرکوں کی زیادتی	۵۷
۴۰	صحابہ کے جذبۂ ایمان، عزم و استقلال کا امتحان، معرکۂ تبوک	۵۸
۴۱	اپنے رسول کی مدد کیلئے اس کا خدا کافی ہے	۵۹
۴۲	جہاد میں شرکت کا حکم	۶۰
۴۳	دنیا طلبی	۶۱
۴۴	بندہ نوازی	۶۲
۴۵	عذرِ گناہ بدتر از گناہ	۶۲
۴۶	اسلام کی سربلندی اور کفر کے قصرِ بے بنیاد میں زلزلہ	۶۳
۴۷	خود فریبی	۶۳
۴۸	معاندت	۶۴
۴۹	نشیب و فراز اور حالات کا الٹ پھیر	۶۴
۵۰	ناقابلِ اعتبار حالات	۶۵
۵۱	جھوٹی قسمیں	۶۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۲	ناروا الزام	۶۶
۵۳	معارفِ صدقات	۶۶
۵۴	ایذا رسانی	۶۹
۵۵	ایک ہی کو راضی کرو	۶۹
۵۶	منافقین کی آپس میں باتیں	۷۰
۵۷	کتنی بڑی جرأت	۷۰
۵۸	منافق ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ۔	۷۱
۵۹	ان کے اعمال برباد ہوگئے ۔	۷۲
۶۰	نافرمان قوموں کا انجام انھیں معلوم ہے	۷۲
۶۱	مسلمان خدا کی رحمت و شفقت کے مستحق ہیں	۷۳
۶۲	مسلمانوں سے خدا کا وعدہ	۷۴
۶۳	کافر اور منافق جہنم میں جائیں گے	۷۵
۶۴	منافق اپنے وعدے سے پھر گئے	۷۸
۶۵	منافق کی تین علامتیں	۸۰
۶۶	منافقوں کی ہرزہ سرائی	۸۱
۶۷	آپ کا استغفار منافقوں کے حق میں مفید نہیں	۸۲
۶۸	جہنم کی لپیٹ	۸۴
۶۹	منافق کی نمازِ جنازہ	۸۴
۷۰	حیلہ سازیاں	۸۶
۷۱	مومنوں کا امتیاز	۸۷
۷۲	مجبوریاں	۸۷
۷۳	ان پر جہاد فرض نہیں	۸۸

کشف الاسرار

(ترجمہ اُردو)

ترجمہ وشرح

دُرِّ مختار (اُردو)

مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب
مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔

ادارہ فیض القرآن نے موجودہ دور کی اہم ضرورت کے پیشِ نظر فقہ حنفی کی نہایت مفید اور مستند ترین کتاب "دُرِّ مختار" عربی کا اُردو ترجمہ معہ شرح صاف اور سلیس اُردو میں شائع کیا ہے، علمائے اُمت کی نگرانی میں مُسلم پرسنل لا (یعنی مسلمانوں کے قانون کی معتبر ترین کتاب) کی طباعت یقیناً ایک بڑی خدمت ہے، رات، دن پیش آنے والے مسائل کے لئے اس کتاب کا ہر مُسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے، بوقتِ ضرورت متعلقہ مسئلہ کا فتویٰ معلوم کرنے کے لئے الگ الگ باب اور عنوانات کی باقاعدہ فہرست شروع میں دی گئی ہے۔ ہدیہ فی جز پانچ روپے 5/- اس ضخیم کتاب کو حاصل کرنے کے لئے ایک روپیہ ارسال فرما کر ممبر بن جائیں ممبران کو ہر ماہ ایک حصہ (جز) پانچ روپے کی وی۔پی سے اور پانچ جز ایک ساتھ منگانے پر بائیس روپے پچاس پیسے 22/50 کی وی۔پی سے روانہ کئے جائیں گے۔ ڈاک خرچ وپیکنگ ممبران کے لئے معاف کر دیا جاتا ہے۔

دین کی اس بنیادی کتاب کے لئے

ممبر بنیئے — ممبر بنائیے — اپنے دوستوں کو رغبت دلائیے۔

215-ll
17

خط وکتابت اور ترسیلِ زر اس پتے پر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

215-ال
17

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجُزْءُ الْعَاشِرُ

تفسیر ابن کثیر اردو کا دسواں پارہ وَاعْلَمُوْٓا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ

اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم

لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ

یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اسکے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) ... مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین

بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۴)

رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمد) پر فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ (بدر میں) دونوں جماعتیں (مومنین و کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا اور اللہ (ہی) ہر شے ... پر پوری قدرت رکھنے والا ہے

تقسیم غنائم

خداوند تعالیٰ یہاں مالِ غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اس نے خاص طور پر اس اُمت کے لئے حلال کیا ہے غنیمت کا مال اگلی اُمتوں پر حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر حملہ کرنے کے بعد حاصل ہو۔ اور فیء وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آجائے۔ مثلاً اُن سے صلح کر کے کچھ مال بطور تاوان وصول کیا جائے۔ یا وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یا جزیہ یا اخراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی رح اور دیگر علمائے سلف وخلف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علماء غنیمت کا اطلاق "فیء" پر اور فیء کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ کا قول ہے کہ اس آیت سے سورۂ حشر کی یہ آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ الخ منسوخ ہو گئی ہے۔ اور اس طرح مالِ غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ اُن کو ملے گا جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول، قرابت دار، یتیم، مساکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابلِ قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگِ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ آیت "بنی نضیر" کے بارے میں اُتری ہے اور علمائے سیر و مغازی (تاریخ دانوں) میں سے کسی کو بھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصۂ بنی نضیر جنگِ بدر کے بعد کا ہے۔ ورنہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ فیء اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فیء کے بارے میں اُتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ فیء اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اُس کی مرضی ہو ویسا کرے۔ اس طرح ان دونوں آیات (آیتِ حشر اور آیتِ تخمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہیے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا دھاگا ہی ہو پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہو گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ خمس میں سے خدا تعالیٰ کا حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابو العالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال یعنی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصے کرتے تھے۔ چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے، پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر نکال لیتے اُسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ ایک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا، ایک قرابت داروں کا، ایک یتیموں کا، ایک مسکینوں کا، ایک مسافروں کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے بیان کا گویا وہ شروع ہے۔ ابن عباس رضہ کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ خدا رسول کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی القریٰ میں پہنچ کر سوال کیا کہ یارسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے باقی کے چار حصے لشکریوں کے۔ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔ حضرت حسن اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں۔ جو خدائے تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔ ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے۔ پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ پھر یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں اللہ کا حصہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جو آپ کا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے۔ عطا بن رباح فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے آپکو اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔ مقدام بن معدی کرب حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو درداء اور حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابو درداء نے عبادہ بن صامت سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہؓ کو نماز پڑھائی۔ سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے ہیں جو مال غنیمت میں سے ہے یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دو جہان میں آگ ہے۔ قریب والوں سے دور والوں سے راہِ خدا میں جہاد جاری رکھو شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو، وطن میں اور سفر میں خدا کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو خدا کے بارے میں جہاد کرتے رہو۔ جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے (مسند احمد) یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے منقول نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر موجود ہے۔ ابو داؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث ہے اس حصے

میں سے آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرمالیا کرتے تھے لونڈی، غلام، تلوار، گھوڑا وغیرہ جیسا کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اسی کے بارے میں اُحد والے دن خواب دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئی تھیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اُسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ کی وحدت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو تو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی امان میں ہو۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے جیسے مال فئی میں اسے اختیار ہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالک رحؒ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا اسے اب آپ کے بعد کیا کیا جائے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امامِ وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہو گا۔ حضرت ابوبکر رضؓ حضرت علی رضؓ حضرت قتادہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہو گا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا مختار یہی ہے۔ اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دیدیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابت داروں کا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی رضؓ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں۔ امام حسن بن محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا و آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا ہوا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کا حصہ آپ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو۔ ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے۔ اسی طرح خلافتِ صدیقی و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروقِ اعظم رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حصہ کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی رضؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے۔ فرمایا وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے۔ اکثر علماء رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولادِ ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انھوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف جو کفار سے برابر پہنچ رہی ہے اس کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ کی حمایت میں تھے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے۔ کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کے لئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی فرمانبرداری کر کے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ کے چچا زاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انھیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے اور تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابو طالب نے اپنے قصیدۂ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریبی قرابت دار تھے۔ کہا ہے کہ انھیں بہت جلد خدا

کی طرف سے اُن کی اس شرارت کا پورا بدلہ ملے۔ ان بیوقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقع پر ابن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبد المطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل برابر ہیں آپ نے فرمایا سُنو! بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقرا ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصّہ مالِ غنیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسینؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں ابن عباس سے استفتاء کیا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں۔ کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا۔ خمس کا پانچواں حصّہ کافی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابو حاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچّے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انھیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورۂ براءت کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر تم ہیں اللہ پر اور اس کی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے بجا لاؤ یعنی مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ الگ کر دیا کرو۔ صحیحین میں ہے کہ وفد عبد القیس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمھیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں۔ میں تمھیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے بھی ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا الخ پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب قائم کیا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا ''اپنے دین کو غالب کیا'' اپنے نبی کی اور آپ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انھیں غلبہ دیا' کلمۂ ایمان کلمۂ کفر پر چھا گیا۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے۔ جمعہ کے دن اُنیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی۔ اصحاب رسول تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کی تھی۔ باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ستر سے کچھ زیادہ۔ تو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ حسن بن علی رضؓ فرماتے ہیں کہ لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ رمضان شریف کی سترہویں تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ مغازی اور سیرت کے مصنفین کے نزدیک صحیح یہی ہے۔

ہاں یزید بن ابو جعد جو اپنے زمانے کے مصری علاقہ کے امام تھے فرماتے تھے کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے۔ واللہ اعلم۔

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ

اور یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ (یعنی کفار) اس میدان کے اُدھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو

لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ

تو ضرور اس سے تم میں اختلاف ہوتا لیکن تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے یعنی تاکہ جس کو برباد (گمراہ) ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے

عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥﴾

برباد ہو اور جس کو زندہ (ہدایت یافتہ) ہونا ہے (وہ بھی) نشان آئے پیچھے زندہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

حالات کی ناسازگاری اور نصرتِ الٰہی کا عظیم مظاہرہ

فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینہ شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دُور کی وادی میں تھے اور ابو سفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کے رُخ دریا کی طرف تھا اگر تم اور کفار قریش پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرتِ تعداد اور کثرتِ اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اس لئے قدرت نے بغیر پہلے سے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ خدا کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا خدائے پاک کر گذرا۔ چنانچہ کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ نے دشمن سے مڈبھیڑ کرا دی۔ بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ابو سفیان ملک شام سے قافلے کو لے کر چلا۔ ابو جہل اُسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکہ سے نکلا قافلہ دوسرے راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو گئی اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر ایک کو دوسرے کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارادے سے چلے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابو الزغباء جہنی کو ابو سفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسری سے کہتی ہے تو میرا قرض کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے میں تجھے تیرا حق دیدوں گی۔ مجدی بن عمرو بیچ میں بول اُٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سُن لیا۔ اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر آپ کو خبر دی۔ اُدھر ابو سفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنوئیں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اپنے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سُن کر یہ اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انھیں توڑیں اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلہ میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلہ کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ۔ یہ سُن ابو جہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو ہم بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا وہاں ہم تین روز ٹھیریں گے، وہاں اونٹ ذبح کریں گے، شراب پئیں گے کباب بنائیں گے۔ تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری، بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ

بنو زہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمھارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہیے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلہ نے اس کی بات مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنو عدی بھی۔ بدر کے قریب پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کو حضرت سعد بن وقاص اور حضرت زبیر بن عوام کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ انھیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنوئیں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس وقت آپ نماز میں تھے صحابہ نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے کہا قریش کے سقے ہیں انھوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا صحابہ کا خیال تھا کہ ابو سفیان کے آدمی ہیں اس لئے انھوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انھوں نے کہدیا کہ ہم ابو سفیان کے قافلہ کے ہیں تب انھیں چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انھیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انھوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انھوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف اس ٹیلے کے پیچھے۔ آپ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انھوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ نے فرمایا آخر کتنے ہونگے؟ انھوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتلا سکتے ہو! ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انھوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا پھر تو وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ابو البختری بن ہشام حکیم بن خرام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل طعیمہ ابن عدی، نضر بن حارث زمعہ بن اسود، ابوجہل، امیہ بن خلف نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود۔ یہ سُن کر آپ نے صحابہ سے فرمایا لو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمھاری طرف ڈال دیئے ہیں[1]۔ بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا۔ تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا اُتریں۔ اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انھیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے اُن حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف ہیں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں انھیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے۔ آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہمرکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انھیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھیر گئے۔ آپ کے ساتھ صرف ابوبکر رضی تھے اور کوئی نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انھیں دیکھکر آپ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑتے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آرہے ہیں باری تعالیٰ تو انھیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملہ کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل خدا دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مڈبھیڑ کرادی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو بالکل ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک و شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کے رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایماندار بنے ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے جیسے فرمان قرآن ہے اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ الخ یعنی وہ جو مُردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصہ میں حضرت عائشہ رض کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ تمھارے تضرع و زاری اور تمھاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سُننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو تم مستحق امداد ہو تم اس قابل ہو کہ تمھیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں۔ مزید جد و جہد اور مجاہدانہ جذبات پیدا کرنے کے لئے تھا کہ آج مکہ کے بہادر انسان تمھارے مقابلہ ہی میں نکل آئے اس لئے تم بھی ان کا مقابلہ پوری ہمت اور استقلال سے کرو ۱۲ دنظر شاہ کشمیری +

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور اس امر میں تم میں باہم

الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑥ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ

ہو جاتا لیکن تقرر کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے (اس کم ہمتی و اختلاف سے) بچا لیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تم کو جبکہ تم مقابل ہوئے

إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا

وہ لوگ تمہاری نظر میں کم کرکے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کرکے دکھلا رہے تھے تاکہ جو بات اللہ کو کرنا منظور تھا

كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ⑦ ع

اس کی تکمیل کر دے اور سب مقدمے اللہ ہی کی طرف رجوع کئے جائیں گے

ع ۵ ۷ ۱

نصرت و تائید ایک نئی شکل میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا۔ یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ سوتے تھے۔ لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں منام کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچا لیا اور ان کی تعداد کم کرکے دکھائی۔ خدائے پاک دلوں کے بھید سے، سینے کے راز سے واقف ہے۔ منافقوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں۔۔۔ ۔۔۔ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انھیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے تو اندازہ کرکے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستّر کے قریب ہوں گے اس نے پورا اندازہ کرکے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو۔ اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی خدائے حکیم نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی اب تو ایک دوسرے پر کود پڑے۔ تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت دونوں جانب رہی لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی۔ مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ الخ میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک سی ہیں کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

ف یاد رکھنا چاہئے کہ نبی کا خواب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے وہ سو فی صدی صحیح ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ کسی مصلحت کی بناء پر خواب میں خدا تعالیٰ کچھ اور دکھائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی تعبیر اس طرح ہو سکتی ہے کہ جس وقت آپ یہ خواب دیکھ رہے تھے کفار فی الواقع کم ہی ہوں اس لئے کہ ان میں بیشتر بعد میں مسلمان ہوئے کفر پر قائم رہنے والے بہت ہی کم تھے تو گویا کہ خدا تعالیٰ نے صرف ان ہی کو خواب میں دکھایا جن بد قسمتوں کی قسمت میں کفر دائمی طور پر لکھا گیا تھا اور وہ تعداد میں کم تھے۔ یا جس وقت آپ نے یہ خواب دیکھا اس وقت کفار تعداد میں کم تھے ہاں خواب کے بعد پھر کفار مکہ سے پہنچکر مشرکین کی فوج میں شامل ہوئے ہوں۔ بہرحال یہ خواب اپنی جگہ بالکل سچا تھا اور اس کے غلط ہونے کا شبہ غلط ہوگا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱﴾ وَاَطِیْعُوا

اے ایمان والو! جب تم کو کسی جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ) ثابت قدم رہو (۲) اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۲﴾

اور اسکے رسول کی اطاعت (کا لحاظ) کیا کرو (۴) اور نزاع مت کرو (سنا پنے امام سے نہ آپس میں) ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (۵) اور صبر کرو بے شک

ذکر اللہ ایک کار آمد ہتھیار

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو لڑائی کی کامیابی تدبیر اور دشمن کے مقابلہ کی شجاعت سکھا رہا ہے۔ ایک غزوے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا لوگو دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے پھر آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے، اے بادلوں کے چلانے والے اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے خدا، ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما (بخاری مسلم)۔

عبد الرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور مقابلہ کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ وہ گو چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔ طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے۔ تلاوتِ قرآن کے وقت[1]، جہاد کے وقت اور جنازے کے وقت۔ اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی میرا ذکر کرتا رہے[2] یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ تو جریج نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کعب احبار رح فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقتِ جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ و جدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں پس آیت میں جناب باری نے دشمنوں کے مقابلہ کے وقت میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر و تحمل کا حکم دیا کہ بزدلی نہ دکھاؤ، اللہ کو یاد کرو، اسے نہ بھولو، اس سے فریاد کرو، اس سے دعائیں کرو، اسی پر بھروسہ رکھو، اس سے مدد طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں اس وقت بھی خدا اور رسول کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو، وہ جو فرمائیں بجا لاؤ، جن سے روکیں رک جاؤ، آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے، بزدلی جم جائے گی، ہوا اکھڑ جائے گی[3] قوت اور تیزی جاتی رہے گی، اقبال و ترقی رک جائے گی۔ دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود خدا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال اگلوں میں بھی نہیں پچھلے والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہی شجاعت، یہی اطاعتِ رسول، یہی صبر و استقلال تھا جس کے باعث مددِ خدا شامل حال

---

[1] یعنی اگر کوئی شخص تلاوت کر رہا ہو تو دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ خاموشی سے سنیں۔ اذا قری القران فاستمعوا وانصتوا لعلکم تفلحون۔ جہاد کے وقت خاموشی اس لئے مطلوب ہے کہ اگر مسلمانوں کے لشکر میں شور و شیون کی صدائیں ہوں گی تو کفار ان کو مغلوب اور پریشان سمجھ کر خوش بھی ہوں گے اور اپنے حملہ کو اور زیادہ تیز کر دیں گے۔ اور رہا جنازہ تو اس میں خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ جاہلوں کے طریقہ پر کسی شخص کے مرنے پر رونا پیٹنا خدا تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے ۱۲ انظر شاہ

[2] ذکر اللہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آیت ربانی ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور اسی طرح ذکر میں مشغولیت کی وجہ سے جنگ کی تمام ہولناکی کا احساس بھی نفسیاتی طور پر کم ہو گا ۱۲ انظر شاہ [3] یعنی دشمنوں کے دل پر تمہاری دھاک نہیں رہے گی اور تمہارے بد اندیش تم پر غالب آ جائیں گے ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے خدا کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں کو ترکوں اور صقالیہ کو، بربریوں اور حبشیوں کو، سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گورے کالوں کو زیر نگین کر لیا، اللہ کے کلمہ کو بلند کیا، دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔ اللہ ان سے خوش رہے اور انھیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا، تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی ان ہی کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم و وہاب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ

(۴) اور ان (کافر) لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو (اسی واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستہ (دین) سے روکتے تھے

وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿۴۷﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ

اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جبکہ شیطان نے ان (کفار) کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے

لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں۔ پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمین کی) ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا

وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ

اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے) میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا

ع ۶ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ

دینے والے ہیں اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین اور جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان (مسلمان) لوگوں کو ان کے دین نے

دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۴۹﴾

بھول میں ڈال رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اور) حکمت والے (بھی) ہیں۔

شیطانی فریب کا پردہ چاک

جہاد میں ثابت قدمی، نیک نیتی، ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے منع کیا جا رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا چنانچہ ابو جہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا اب لوٹ کر دالیں چلنا چاہئے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں گے، کباب کھائیں گے، گانا سنیں گے تاکہ لوگوں میں شہرت ہو جائے اللہ کی شان کے قربان جائے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے، یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھونس دیئے گئے، اللہ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے، ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انھیں برے وقت سے پالا پڑا۔ پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ کے رسول، رسولوں کے سرتاج صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی تھیں، باجے گاجے بھی تھے، شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انھیں پھسلا رہا تھا، ان کے کام کو خوبصورت دکھا رہا تھا، ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے، ان کے دل سے بنو بکر کا مکہ پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ

شیطان کو جب اپنے برے کام اچھے معلوم ہونے لگیں تو سمجھنا چاہئے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ اب برے کام قطعاً نہیں چھوٹیں گے بھلا وہ بیمار جو خود کو تندرست سمجھتا ہو اور اپنی بیماری کو صحت وہ کب علاج و معالجہ کی طرف متوجہ ہوگا اور کیوں اس کی بیماری جائے گی ہو انظر شاہ ۔۔۔ قریش کی مخالفت ہے بیشہ کی چھیڑ چھاڑ اور دشمنی تھی جس وقت قریشی لشکر مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلا تو ان کو یہ خطرہ (بقیہ حاشیہ برص ۱۴)

ابن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقہ کا سردار ہوں بنو مدلج سب میرے تابع ہیں، میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے، نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکہ کی جال میں پھنسائے۔ بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے والے لشکر کو لے کر مشرکوں کے ساتھ ہوا ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار رہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں ابن عباس کہتے ہیں۔ بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور مشرکین کے دل بڑھائے، ہمت دلائی۔ جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری۔ اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ پڑ گئی حضرت جبرئیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھٹکا کر اپنے لشکر سمیت بھاگ کھڑا ہوا اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو۔؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو خدا سے ڈرنے والا آدمی ہوں۔ اللہ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے۔ اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انھیں دیکھ رہا ہوں جنھیں تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہو گئی۔ پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا، ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو آج تمھیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انھیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اتنی زور سے گھونسا مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا خدایا میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی اسی کے قریب قریب منقول ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انھیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی۔ اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے پورے تیار رہو کر سب جاؤ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی اس وقت یہ مردود دُم دبا کر بھاگا حارث ابن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے۔ شیطان انھیں موت اور دوزخ کے منہ میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنو کنانہ ہماری راہ میں مزاحم ہوں۔ شیطان نے یہ سوچ کر کہ کہیں قریش اس خطرہ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلہ سے ہٹ نہ جائیں۔ فوراً بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں خود کو پیش کیا اور قریش کو خوب بہکایا اور حمایت کا یقین دلایا لیکن وقت پر بھاگ نکلا شیطان اور جنات کو اپنی شکل مختلف انداز میں بدلنے کی قدرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے۔ آپ گرگٹ کو دیکھتے ہیں کہ وہ لحظہ بہ لحظہ کتنے رنگ بدلتا ہے بس اسی طرح ان مخلوقات کو بھی اپنی صورتوں کے بدلنے پر من جانب اللہ قدرت حاصل ہے ۱۲ انظر شاہ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) ط یعنی اس خدائی فوج کی دہشت سے میرا دل بے قابو ہوا جاتا ہے اس لئے اب مجھ میں کھڑے ہونے کی بھی تاب نہیں ۱۲ انظر شاہ +

دھکیل کر خود فرار ہوگیا۔ کیونکہ اس نے خدائی لشکر کو مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھا تو... صاف کہدیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اس بات میں تھا بھی وہ سچا۔ پھر کہتا ہے میں خدا کے خوف سے ڈرا کہ... اللہ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اُترتے دیکھ لیا۔ سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلہ کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوفِ خدا کرتا ہوں۔ یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی۔ دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا یہی اس دشمنِ خدا کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلہ میں لاکھڑا کر دیتا ہے۔ پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے۔ پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں' میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ جب کام ختم ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے خدا کے وعدے سچے ہیں۔ میں خود جھوٹا' میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے' میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی۔ اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمھیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آسکو۔ اس سے پہلے جو تم مجھے شریکِ خدا بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں۔ یقین مانو کہ ظالموں کے لئے دکھ کی مار ہے حضرت ابو اُسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمھیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بیشک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے۔ انھیں ابلیس نے دیکھ لیا اور خدا نے انھیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ کی مدد تمھارے ساتھ ہے' بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو۔ ابلیس یہ دیکھکر بھاگ کھڑا ہوا۔ ابتک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ ابو جہل نے یہ حال دیکھکر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا' کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے سکھا پڑھا آیا تھا کہ تمھیں عین موقع پر بزدل کر دے۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔ لات وعزیٰ کی قسم آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سمیت گرفتار کر لیں گے۔ نامردی نہ کرو' دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو۔ دیکھو خبردار انھیں قتل نہ کرنا زندہ پکڑنا تاکہ انھیں دل کھول کر سزا دیں یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمھارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔ اس نے بھی کہا تھا کہ جادوگرو! یہ موسیٰ تمھارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر و ذلیل رسوا اور درماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اُترتی ہے' ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں۔ ہاں بدر کے دن کی اس ذلت ورسوائی کی کچھ نہ پوچھو جبکہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیلؑ کی سرکردگی میں آرہی ہیں۔ جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آگئیں تو اللہ کی قدرت وحکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہوں میں کم جچنے لگے۔ اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں۔ مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں۔ ابھی کوئی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا پہلے ہی حملہ میں وہ شکست کھائیں گے کہ سر سہلاتے رہ جائیں گے اللہ رب العالمین فرماتا ہے انھیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اُس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے' جو حکمت کا مالک ہے۔ خدا کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انھیں مذہبی دیوانگی ہے۔ دشمنِ خدا ابو جہل ملعون ٹیلہ پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا۔ لو پالا مار لیا ہے بس آج سے خدا کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھدیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے۔ عامر کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انھیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابو قیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زمعہ بن اسود ابن عبد المطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج۔ یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رُکے ہوئے

تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت وشان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے۔ حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھدیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رَو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آکر مسلمانوں کا کمزور جتھا دیکھکر انھوں نے یہ کہا۔ جناب باری جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے اسے وہ ذی عزت کر دیتا ہے کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے' وہ بڑا ذی شان ہے' وہ سچا سلطان ہے' وہ حکیم ہے' اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے' مستحقینِ امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقینِ ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا

اور اگر آپ (اس وقت کا واقعہ) دیکھیں جبکہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں (اور) انکے منہ پر اور انکی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ .....

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

آگ کی سزا جھیلنا۔ (اور) یہ عذاب ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں

عالمِ آخرت کی جانب کفار کے قدم اور فرشتوں کی پیہم ضربات

کاش کہ تو اے پیغمبر! دیکھتا کہ فرشتے کس بُری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمر پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے' فرشتے ان کا خوب گھرمتا بنا رہے تھے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورۂ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورۂ انعام کی آیت وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گذر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ انھیں خوب مارتے ہیں ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں' جنھیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے غضب خدا ہے اور عذابِ خدا ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بُری حالت میں سکرات موت کے وقت جبکہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح چل گرم ہواؤں اور گرم پانی اور گرم سائے کی طرف۔ پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اُتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آ جاتے ہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھو۔ یہ تمھاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے' برکت و بلندی' غنا اور پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم و ستم نہ کرے۔ میرے بندو! میں تو صرف تمھارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوں بھلائی پاکر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے تئیں ہی ملامت کرو۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

ان کی حالت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے (کافر) لوگوں کی حالت تھی کہ انھوں نے آیاتِ الٰہیہ کا انکار کیا

فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ④

سو خدا تعالیٰ نے ان کے (ان) گناہوں پر ان کو پکڑ لیا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں

فرعون اور اس کی ہلاکت

ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے۔ مثلاً فرعونی۔ اور ان سے پہلے کے لوگ جنھوں نے خدا کی آیتوں کو نہ مانا جس کے باعث خدائی پکڑ ان پر آگئی۔ تمام قوتیں اللہ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جو اس پر غالب آسکے کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ

یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے

وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ⑤ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا

اور یہ امر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں۔ ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انھوں نے

بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ⑥

اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۔

قانون فطرت

اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ چھوڑ دیں جو ان کے دلوں میں ہیں جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انھیں برائی پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے ارادہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا نہ اس کے خلاف کافروں کا کوئی حمایتی ہو سکتا ہے۔ تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ انھیں اللہ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات، چشمے، کھیتیاں، خزانے، محلات اور نعمتیں جن میں وہ مست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارہ میں انھوں نے اپنا برا آپ کیا خدا نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّٰهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑦ الَّذِينَ

بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لاویں گے جن کی یہ کیفیت ہے کہ

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ⑧ فَإِمَّا

آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں۔ سو اگر

تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ⑨

آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو ان (پر حملہ کر کے اس) کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیجئے تاکہ وہ لوگ سمجھ جاویں

کفار ایک گھناؤنی مخلوق

زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ع ان سب سے بدتر اللہ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول و قرار کیا ادھر پھر گئے۔ ادھر قسمیں کھائیں ادھر توڑ دیں نہ خدا کا خوف نہ گناہ کا ڈر۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آجائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ

ع بلکہ ناقدروں سے کوئی چیز چھین لینا عین انصاف ہے ۱۲ ع یعنی تمام مخلوقات میں ۱۲ انظر شاہ کشمیری

ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝۱۰

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد اُن کو اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت

معاہدہ ناجنگ اور نقض عہد

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابر کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انھیں اطلاع کر دو تاکہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انھیں خبر کر دو۔ اللہ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی خیانت تم نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکروں کو سرحدِ روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدتِ صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے وعدہ پورا کرو غدر درست نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو جب تک کہ مدتِ صلح ختم نہ ہو جائے یا انھیں اطلاع دے کر عہد نامہ چاک نہ ہو جائے۔ جب یہ بات حضرت معاویہ رضؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دیدیا یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شہر کے قلعہ کے پاس پہنچکر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا۔ جیسے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں بلاتے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا میں بھی ان ہی میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا۔ اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جبکہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک اُنھیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۱ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے

وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ

اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور اُن کے

اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۲

اُن کو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دیدیا جاوے گا اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی۔

جہاد کی تیاری

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب ان کو پکڑ نہیں سکتے۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہرا نہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا[عـہ] کہیں تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے یہ تو معمولی سی پونجی ہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بُرا بستر ہے۔

پھر مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اپنی طاقت و امکان کے مطابق ان کفار کے مقابلہ کے لئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت طاقت، جو گھوڑے،

ـــــــ

عـہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا اقدام نہ کرو جس سے نقضِ عہد کا شبہ ہو ۱۲ انظر شاہ عـہ یعنی کفار کی ظاہری شان و شوکت ممالک غیر سے ان کے روابط ان چیزوں سے ہرگز نہ ڈرنا چاہیئے ۱۲ +

لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا۔ فرماتے ہیں تیر اندازی کیا کرو، سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑ اسواری سے بہتر ہے۔ فرماتے ہیں گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں ایک تو اجر و ثواب پانے والے ایک نہ تو ثواب نہ عذاب۔ ایک عذاب بھگتنے والے۔ جو جہاد کے ارادہ سے پالے۔ اس کا گھوڑا تو چرے چگے، چلے پھرے جو لے اس پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں چڑھ جائے تو بھی اس کے نشاناتِ قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہر پر گذرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو تاہم اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پرواہ ہو جائے پھر خدا کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ۔ تیسرا وہ شخص جس نے فخر و ریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اُتری نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرّے کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرّے کے برابر بھی بُرائی کرے گا وہ اُسے دیکھ لے گا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ گھوڑے تین طرح کے ہیں رحمان کے شیطان کے اور انسان کے۔ اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے وہ ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوے بازی کرنے کیلئے ہوں اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑ اسواری سے افضل ہے۔ امام مالک اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں بھی آچکا ہے۔ حضرت معاویہ بن جریج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تم اس گھوڑے سے کیا کام لیتے ہو؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم ہر گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح کو دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے الخ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے خدا کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔ اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت۔ فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ، فارس اور محلوں کے شیاطین۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ایک منکر حدیث میں ہے جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بد نصیب نہیں ہوگا۔ لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافق بھی لیا گیا ہے۔ اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان خدا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ الخ تمہارے ہر طرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابو داؤد میں ہے ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملے گا جیسا کہ آیت مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ الخ میں ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ الخ اتری تو آپ نے فرمایا کہ کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے اس کے ساتھ سلوک کرو۔ یہ روایت غریب ہے ابن ابی حاتم میں ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ

اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جائیے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے اور اگر

ف یعنی اپنے کاروبار اور سواری یا سامان لادنے کے لئے گھوڑا پالا تاکہ وقت بے وقت مزدوروں کے ناز و نخرے سے نجات ہو جائے ۱۲

ف یعنی زکوٰۃ اگر واجب تھی تو اس کو ادا کیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری

يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہیں اور وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ

اور اُن کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اور اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی اُن کے قلوب میں اتفاق

قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں

معاہدۂ ناجنگ

ارشاد ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو اسے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو' لڑائی کی اطلاع کر دو' اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی۔ حضرت علی رضہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب اختلاف ہو گا اور کوئی بات پیش آئے گی۔ پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا (مسند امام احمد) مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بنی قریظہ کے بارے میں اُتری ہے لیکن یہ غور طلب ہے بلکہ سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورۂ براءت کی آیت سیف قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ سے منسوخ ہے لیکن یہ بھی محل نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلاشک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخیت نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھ وہی تجھے کافی ہے' وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلاتِ جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تُو بے فکر رہ اللہ تیرا طرفدار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلہ کا کوئی نہیں۔

پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار کے ذریعہ اپنے فضل سے تیری تائید کرائی انھیں تجھ پر ایمان لانے' تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی' تیری مدد اور تیری نصرت پر انھیں آمادہ کیا۔ تو آپ گو روئے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ اُلفت ومحبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ نے خود کر دی' ان کی صدیوں کی پُرانی عداوتیں دُور کر دیں۔ اوس خزرج انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نورِ ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا۔ جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پاکر خدا کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک خدا اور رسولِ خدا کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ الغرض اپنے اس انعام واکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت وحکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا نا امید نہیں رہتا' اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم[1] ہے۔ ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے۔ شاعر کہتا ہے۔ تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتہ دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی

[1] یعنی اس کا کوئی حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا ۱۲ منہ

رشتہ دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے ۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے ۔ امام بیہقی رح فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رض کا ہی ہے یا دوسرے راویوں میں سے کسی کا ہے ۔ ابن مسعود رض فرماتے ہیں ان کی یہ محبت راہِ خدا میں تھی توحید و سنت کی بنا پر تھی۔

ابن عباس رض فرماتے ہیں رشتہ داریاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب خدا کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انھیں کوئی جدا نہیں کر سکتا پھر آپ نے اسی جملہ کی تلاوت فرمائی ۔ عبیدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص خدا کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بخندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے ۔ میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے ۔ ان کے اس ارشاد سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھ دار ہیں ۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد سے سُنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی ؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سُنا ؟ پھر آپ نے اسی جملہ کی تلاوت کی ۔ تو حضرت ولید نے فرمایا تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو ۔ عمیر بن اسحاق رح کہتے ہیں سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اُٹھ جائے گی وہ اُلفت و محبت ہے ۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے ۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کے جھاگ جتنے ہوں ۔

ع ۷

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝٦ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ

اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کی اتباع کی ہے وہ کافی ہیں ۔ اے پیغمبر آپ مؤمنین کو جہاد کی

عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ

ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجاویں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ایک ہزار

يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝١ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ

کفار پر غالب آجاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) کچھ نہیں سمجھتے ۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا

أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ

کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجاویں گے اور اگر تم میں کے

أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝٢

ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجاویں گے اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں

نڈر رہیئے اور جہادی اسپرٹ پیدا کیجیے

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انھیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انھیں دشمنوں پر غالب کرے گا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سر و سامان اور مٹھی بھر ہوں ۔ فرماتا ہے اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی کافی ہیں ۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مؤمنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی کے وقت مقابلہ کے وقت برابر مجاہدوں کا دل بڑھاتے رہتے ۔ بدر کے دن فرمایا اُٹھو اس جنت

کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے[1]۔ حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی۔ اس نے کہا واہ واہ۔ آپ نے فرمایا یہ کس ارادہ سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے وہ اُٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں انھیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھیرنا مجھ پر شاق ہے انھیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہِ خدا میں شہید ہو جاتے ہیں رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ابن المسیب اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمرؓ کے اسلام کے وقت اُتری جبکہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن یہ قول محلِ نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا۔ واللہ اعلم۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے۔ غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ کا ہے پھر حکم تو منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا ایک دس کے مقابلہ سے ذرا جھجکا تو اللہ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا الخ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں پس گرانی گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر خدا نے تخفیف کر دی۔ پس دُگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اُتری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اُٹھ گیا (مستدرک حاکم)۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ

نبی کے شان کے لائق نہیں کہ اُن کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جبتک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو۔۔۔

يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا

آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا اُسکے بارہ میں

أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾ ع ۵ ۹

تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں

ایک غیر مناسب اقدام

مسند امام احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا کہ اللہ نے انھیں تمھارے قبضہ میں دیدیا ہے بتلاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمر بن خطابؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اُڑا دی جائیں آپ نے ان سے مُنہ پھیر لیا پھر فرمایا انھیں اللہ نے تمھارے بس میں کر دیا ہے یہ کل تک تمھارے بھائی بند ہی تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دُہرایا آپ نے پھر مُنہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہماری رائے میں تو آپ ان کی خطا سے درگذر فرمائیے اور انھیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے اب آپ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے عفوِ عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ اسی سورت کے شروع میں ابن عباسؓ کی روایت گذر چکی ہے صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی قوم کے ہیں آپ والے ہیں

[1] یعنی زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے اس پر حیرت ہی کیوں ہو مؤمن کے قلب میں تو اتنی وسعت ہے کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق خدا تعالیٰ کا عرش مؤمن ہی کا قلب ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

انھیں زندہ چھوڑا جائے، ان سے توبہ کرالی جائے کیا عجب کہ کل خدا کی ان پر مہربانی ہو جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ ہیں آپ کے جھٹلانے والے آپ کو نکال دینے والے۔ حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اس میدان میں درخت بکثرت ہیں۔ آگ لگوا دیجئے اور انھیں جلا دیجئے۔ آپ خاموش ہو رہے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور اُٹھ کر تشریف لے گئے۔ لوگوں میں بھی ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے اتنے میں آپ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض دل نرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض دل سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں[۱]۔ اے ابوبکر تمھاری مثال تو حضرت ابراہیم جیسی ہے کہ خدا سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار .... تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ اور تمھاری مثال حضرت عیسی علیہ السلام جیسی ہے جو کہیں گے کہ خدایا اگر تو انھیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخشدے تو تو عزیز و حکیم ہے اور اے عمر! تمھاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنھوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ خدایا زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ۔

سنو! تمھیں اس وقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیہ کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ سہیل بن بیضا کو اس سے مخصوص کر لیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ واللہ میں سارا دن خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہانتک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر سہیل بن بیضا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انھیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا۔ انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں۔ آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو۔ انھوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں ہو؟ انھوں نے کہا کہ اگر یہ ہے تو آپ انھیں لے جائیے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہو جاؤ۔ واللہ تمھارے اسلام لانے سے مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہو گی اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے اسلام لانے سے خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبے قبیلے کے لوگ ہیں انھیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب مشورہ لیا تو آپ نے جواب دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ نے فدیہ لیکر انھیں آزاد کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیں اگر چاہیں تو فدیہ لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے (ترمذی، نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اگر چاہو تو انھیں قتل کر دو اور اگر چاہو ان سے زرِ فدیہ وصول کر کے انھیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمھارے شہید کئے جائیں گے۔ پس ان ستر شہیدوں میں سے سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ روایت حضرت عبیدہ سے مرسلاً بھی مروی ہے واللہ اعلم۔ اگر پہلے ہی سے خدا کی کتاب میں تمھارے لئے مالِ غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرمائیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا ہے اس پر تمھیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسی طرح پہلے سے خدا طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت طے ہو گئی ہے۔ ام الکتاب میں تمھارے لئے مالِ غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مالِ غنیمت تمھارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے یہی قول

---

[۱] حق کے بارے میں شدت بُری نہیں بلکہ بعض مواقع پر تو مطلوب بھی ہے خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے معاملات میں خواہ آپ کو کتنی ہی تکلیف پہنچی ہو کبھی کسی سے مواخذہ نہیں کیا لیکن اگر کوئی شخص کسی حدود اللہ کو توڑتا تو پھر آپ اس درجہ غضبناک ہو جاتے کہ الامان والحفیظ۔ انظر شاہ

امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ ہے اور اسی کی تائید بخاری و مسلم کی حدیث سے بھی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں مہینے بھر کی فاصلہ تک میری مدد رعب سے کی گئی' میرے لئے تمام زمین پاک اور نماز کی جگہ بنا دی گئی مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔ پس صحابہ نے اُن بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوانِ جنگ کے وصول کی گئی۔ پس جمہور علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ امامِ وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا' اگر چاہے فدیہ لے کر انھیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مسلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا۔ اور اگر چاہے انھیں غلام بنا کر رکھے یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور علمائے کرام کی ایک جماعت کا ہے۔ گو اوروں نے اس کا اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بسط کی جگہ نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ

يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور اگر (بالفرض) یہ لوگ

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ②

آپ کے ساتھ خیانت (نقضِ عہد) کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو (کچھ فکر نہ کیجئے) اس سے پہلے انھوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرا دیا۔ اور

جزا یا سزا

بدر والے دن آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انھیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابوالبختری ابن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے۔ اسے بھی بادلِ ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔ اس پر ابو حذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں۔ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں تو اس کی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اے ابوحفص کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی۔ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابو حذیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ وہ تو منافق ہو گیا حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ واللہ مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے اندیشہ ڈر ہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ میں راہِ خدا میں شہید کر دیا جاؤں۔ چنانچہ جنگِ یمامہ میں آپ شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ ابن عباس کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات نیند نہ آئی صحابہ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے چچا عباس کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔ صحابہؓ نے اسی وقت ان کی قید کھول دی تب آپ کو نیند آئی۔ انھیں ایک انصاری صحابی نے گرفتار کیا تھا۔ یہ بہت مالدار تھے انھوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیہ میں دیا بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گذارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے بھانجے عباس کو بغیر کوئی زرِ فدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن مساوات کے علمبردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دھیلا بھی کم نہ لینا۔ پورا فدیہ لو۔ قریش نے فدیہ کی رقمیں

دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔ نوفل بن حارث بن عبد المطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو حارث ابن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفن کیا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کامیاب رہا تو یہ مال بنو الفضل اور عبد اللہ اور قثم کا ہے اب تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا یقین ہو گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس دفینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس اکتیس بتیس اوقیہ سونا آپ کے لشکریوں کو ملا ہے۔ اسی کو میرا زرِ فدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں خدا نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اُتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دے گا۔ حضرت عباس کا بیان ہے کہ خدا کا یہ فرمان پورا اترا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں خدا نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوایئے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ نے انکار کیا الحمد للہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اُتری کہ خدا دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہو گی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دیدیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا وہ اسی ہزار کا تھا۔ آپ نماز ظہر کے لئے وضو کر چکے تھے۔ پس آپ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی داد رسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ خرچ کر دیا حضرت عباس رضہ کو حکم دیا کہ اس میں سے لے لو۔ اور گٹھڑی باندھ کر لے جاؤ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور خدائے تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا اتنا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے مسجد کے نمازی بھی آ گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو دینا شروع کیا۔ نہ تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور شمار تھا بس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔ حضرت عباس رضہ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اُٹھا نہ سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ ذرا اونچا کر دیجئے۔ آپ کو بیساختہ ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کچھ کم کر دو جتنا اُٹھے اتنا ہی لو چنانچہ کچھ کم کیا اور اُٹھا کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی انشاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ نے اپنے اہل کو اس میں سے ایک کوڑی بھی نہیں دی۔ پھر نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔

دوسری حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو پھر نماز کے لئے آئے کسی کی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے بھی دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انھوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اُٹھا نہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ آپ

نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا۔ کہا اچھا آپ ہی ذرا اُٹھوا دیجئے۔ آپ نے اس کا بھی انکار کیا۔ اب تو با دلِ ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا اُٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کی اس مال کی محبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں جب تک یہ آپ کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے ان ہی پر رہیں۔ پس جب کل مال بانٹ چکے' ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ وہاں سے اُٹھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغہ کے ساتھ وارد کی ہے اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود خدا کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا جیسے خدا تعالیٰ نے اس وقت انھیں تیرے قابو میں کر دیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں یہ آیت عبد اللہ ابن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اُتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔ عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہے جبکہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی نے اسے عام اور سب کو شامل کیا ہے یہی ٹھیک بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے رستے میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور

وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یُہَاجِرُوۡا مَا لَکُمۡ مِّنۡ

مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمھارا اُن سے

وَّلَایَتِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ حَتّٰی یُہَاجِرُوۡا ۚ وَ اِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ فَعَلَیۡکُمُ النَّصۡرُ

میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمھارے ذمہ مدد کرنا واجب ہے

اِلَّا عَلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۷۲﴾

مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور اُن میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمھارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں

کارنامے اور شاہکار

مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں۔ ایک تو مہاجر جنھوں نے نامِ خدا پر وطن ترک کیا' اپنے گھر بار' مالِ تجارت' کنبہ قبیلہ' دوست احباب چھوڑے۔ خدا کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو جان سمجھا' نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنھوں نے ان مہاجرین کو اپنے ہاں ٹھیرایا' اپنے مال میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا... انصاری اور مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی۔ ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں اور فتح مکہ کے بعد کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی ہیں قیامت تک۔ اور روایت میں ہے دنیا اور آخرت میں۔ مہاجرین و انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ فرمان ہے وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ الخ پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے خدا خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں الخ۔ اور روایت میں ہے لَقَدۡ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الخ نبی پر اور مہاجرین و انصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنھوں نے سختی کے وقت بھی آپ کی اتباع نہ چھوڑی۔ اور آیت میں ہے لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ الخ ان مہاجر محتاجوں کے لئے ہے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے جو خدا کے فضل اور

اس کی رضا مندی کی جستجو میں ہیں جو خدا کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنھوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انھیں کشادہ دلی کے ساتھ دکھا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا۔ یعنی جو ہجرت کی فضیلت خدا نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں۔ علماء کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضؓ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ نے ہجرت کو پسند فرمایا۔

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انھوں نے وطن ترک نہیں کیا انھیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مؤمنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھیرے ہوئے تھے۔ ان کا مالِ غنیمت میں کوئی حصّہ نہ تھا۔ نہ خمس میں۔ ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھنا۔ مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا۔ جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو خدا کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں انھیں اختیار ہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں۔ اگر مان لیں تو پھر ان سے رُک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں، مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں۔ تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجروں پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فَے اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصّہ نہ ہوگا ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انھیں کہو کہ جزیہ دیں اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رُک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ کی مدد کے بھروسہ پر خدا سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں، دشمنانِ دین کے مقابلہ پر تمھیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلہ پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾

اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔

فتنۂ کفر

اوپر مسلمانوں کی کارسازی اور رفاقت و ولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں دوستی کا تعلق منقطع کر دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے " نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ صحیحین میں بھی ہے کہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ سنن وغیرہ میں ہے۔ دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ نے عہد کیا کہ نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ شریف کا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے تئیں ان کا مقابل اور ان سے برسرِ جنگ سمجھنا۔ یہ روایت مرسل ہے۔ اور مفصل روایت میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھیرا رہے۔ کیا وہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔ ابو داؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھیرا رہے وہ ان ہی جیسا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمھارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دیدو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ فساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ گو ہو آپ نے فرمایا جب تمھارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ تین بار یہی فرمایا

آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے یکسوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط بُرے نتیجے دکھائے گا، لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک

اور جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انھوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھیرایا اور ان

ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم ﴿۵﴾ والذین امنوا من بعد

ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ (ہجرۂ نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں (ایمان لائے

وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم واولوا الارحام بعضھم

اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمھارے برابر نہیں لیکن تاہم) تمھارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں

اولی ببعض فی کتب اللہ ان اللہ بکل شیء علیم ﴿۶﴾

ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حقدار ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

ایمان، ہجرت اور جہاد

مؤمنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے انھیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے، انھیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی، ہمیشگی والی، طیب و طاہر ہو گی قسم قسم کی لذیذ، عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہو گی۔ ان کی اتباع کرنے والے ایمان و عمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے والسابقون الاولون اور والذین جاءوا من بعدھم میں ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا حشر بھی ان ہی کے ساتھ ہو گا۔ مسند احمد کی حدیث گذر چکی ہے کہ مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔ پھر اولو الارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں۔ جیسے خالہ ماموں پھوپھی نواسے نواسیاں بھانجے بھانجیاں وغیرہ۔ بعض کا یہی خیال ہے یہ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اپنے مسلک پر ایک واضح دلیل سمجھتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے آپس کی قسموں پر وارث بننے کی اور بھائی چارہ پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہو گی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انھیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دلوا دیا ہے پس کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حق دار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔

الحمد للہ سورۂ انفال کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمیں کافی ہے

اور وہی بہترین کارساز ہے

تفسیر سورۂ توبہ مدنیہ

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّتِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّ عَشَرَ رُکُوْعًا

کلماتہا ۲۵۳۷ حروفہا ۱۱۳۶۰

بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ① فَسِیْحُوْا

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم نے (بلا تعیین مدت) عہد کر رکھا تھا سو تم لوگ

فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ ②

اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور یہ (بھی) جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور (یہ بھی) جان رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کو (آخرت میں) رسوا کریں گے

جوارِ مکہ میں صرف مسلمان رہ سکتے ہیں

یہ سورت سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت یَسْتَفْتُوْنَکَ الخ اُتری۔ اور سب سے آخر سورت سورۂ براءۃ اُتری ہے۔ اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھی تھی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براءۃ کو جو مئین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انھیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ساتھ کئی سورتیں اُترتی تھیں جب آیت اُترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھو جس میں یہ ذکر ہے سورۂ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۂ براءۃ سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھیں اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انھیں رکھا اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اُترا جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس آ رہے تھے حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ شریف کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ نے ان کے ساتھ طواف کو ناپسند فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ شریف روانہ فرمایا کہ مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں کہ وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورۂ براءۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کی نزدیکی قرابت دار کے آپ بھی پہنچا دیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے انشاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان ان لوگوں سے کئے گئے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا جیسے فرمان ہے کہ فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان سے ان کا عہد نبھاؤ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں گو اس بارہ میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کرلیں پھر اگر چاہیں مقابلہ پر آجائیں۔ یہ واقعہ ۹ھ ہے آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اسی سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے خیموں میں، گھروں میں، قیام گاہوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے قبیلہ خزاعہ، قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک تو شرک کو اور مشرک کو مہلت ہے اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائے گی بیس دن ذی الحجہ کے محرم پورا، صفر پورا اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے۔ زہری کہتے ہیں شوال محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب ہے اور کچھ سے بھی بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شمار کیسے ہو سکتی ہے۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ

اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور رسول دونوں

الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے پھر اگر تم (کفر سے) توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے (اسلام سے) اعراض کیا تو

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳

یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔

خدا کا دین غالب ہے

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عام اعلان ہے حج اکبر کے دن یعنی عید قرباں کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے بری الذمہ اور الگ ہے اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ توبہ کرلو، نیک بن جاؤ، اسلام قبول کرلو، شرک و کفر چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب خدا کے قبضہ سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت خدا کو تم عاجز بنا سکتے ہو۔ وہ تم پر قادر ہے تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا دے گا اور آخرت میں بھی عذاب دے گا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کرنے بھیجے گئے تھے بھیجا ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی شخص ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورۂ براۃ کا اعلان کر دیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن ان ہی احکام کی منادی کی۔ حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ حنین کے زمانہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا پھر اس سال حضرت الصدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ براءت کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد بھی حضرت الصدیق ہی رہے رضی اللہ عنہما۔ لیکن اس روایت میں غرابت ہے۔ عمرہ جعرانہ والے سال امیر حج حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف

ایماندار ہی جائیں گے' بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص ننگے ہوکر نہیں کر سکے گا' جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے۔ اس مدت کے گذر جانے کے بعد اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا بیٹھ گیا۔ حضرت علی رضہ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ برأۃ کا اعلان کرنے کو آپ نے حضرت ابوبکر رضہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ نے فرمایا کہ یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا پھر آپ نے حضرت علی رضہ کو بھیجا۔ حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ سورۂ برأۃ کی دس آیتیں جب اتریں آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انھیں لے جاؤ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم جاؤ' ابوبکر سے جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انھیں سنا دینا۔ میں چلا جحفہ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی' آپ واپس لوٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کچھ آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام خود آپ پہنچائیے یا اور کوئی شخص جو آپ میں سے ہو۔ اس سند میں ضعف ہے۔ اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت ابوبکر رضہ اسی وقت لوٹ آئے ۔۔۔۔۔ بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا۔ حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضہ سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضہ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں خود پہنچاؤں یا تو پہنچائے حضرت علی رضہ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔ پھر اپنا ہاتھ ان کے منھ پر رکھا۔ لوگوں نے حضرت علی رضہ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضہ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بات پہنچانے کے لئے بھیجا تھا؟ آپ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ مسند وغیرہ میں یہ روایت کئی طرف سے آئی ہے اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی تک رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا کہ آپ حج میں حضرت صدیق اکبر کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انھیں پہنچا دیتے۔ آپ نے فرمایا اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا۔ اس میں ہے کہ حضرت علی رضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انھیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے تو حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضہ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ کے پاس آئے پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو گئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ اور روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورۂ برأۃ کی دے کر بھیجا تھا آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضہ سے فرمایا اُٹھئے اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے پس حضرت علی رضہ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آکر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اونٹ ذبح کیا' سر منڈوایا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے اس لئے میں نے لوگوں کی قیام گاہوں میں اور خیموں میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے کہ شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔ ابواسحاق کہتے ہیں میں نے ابو جحیفہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفہ کا دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ سے سنا ہے؟ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطاء بھی یہی فرماتے ہیں حضرت عمر رضہ بھی یہی فرما کر فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا' مدینہ پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آجکل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیب

ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے مدینہ والوں سے پوچھا کہ یہاں آجکل سب سے افضل کون ہیں ؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ عرفہ کے دن روزہ کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا لو میں تمھیں اپنے سے ایک سو درجے بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر بن عمر ہیں وہ اس روزہ سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ آپ نے اپنے عرفہ کے خطبہ میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقر عید کا دن ہے۔ حضرت علی رضؓ یہی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ بقر عید کے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے اتنے میں ایک شخص نے آکر لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ نے فرمایا حج اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔ عبد اللہ بن اوفیٰ کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنے عید کے خطبہ میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس سے بھی یہی روایت ہے اور بھی بہت سے علماء کا یہی خیال ہے کہ حج اکبر بقر عید کا دن ہے۔ امام ابن جریر کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر رضؓ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھیرے اور فرمایا یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ کی اونٹنی سرخ رنگ کی تھی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے ؟ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے آپ نے فرمایا سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے ؟ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ اس کا کوئی اور ہی نام بتلائیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں ؟ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ کے سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہد رح کہتے ہیں۔ حج کے تمام دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔ حسن بصری رح سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تمھیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابو بکر صدیق تھے رضی اللہ عنہ ابن سیرین اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عام لوگوں کا حج ہوا ۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا

ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا پھر انھوں نے تمھارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمھارے مقابلہ میں

عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ④

کسی کی مدد کی سو اُن کے معاہدہ کو اُن کی مدت (مقررہ تک پورا کردو۔ واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

ایفائے عہد

پہلے جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے اس سے صاف ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمان ہوئے تھے انھیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں۔ اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمان ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدہ کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانو کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں اللہ تعالیٰ ایفائے عہد کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ

سو جب اشہر حرم گذر جاویں تو (اس وقت) ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو

وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا

پکڑ لو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں پر ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر (کفر سے) توبہ کر لیں

وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔ واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں

اب اقدام جنگ صحیح ہے

حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ الخ میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے ابن عباس رضہ اور ضحاک سے بھی یہی روایت ہے لیکن یہ محل تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان دوسری آیت میں آرہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو، انھیں قتل کرو، انھیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو۔ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہوسکتی۔ جیسے فرمان ہے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الخ یعنی مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمھیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے۔ چاہو قتل کرو، چاہو قید کرلو، ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو، ان کے لئے ہر گھاٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ، انھیں زد پر لاکر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ ملجائیں تو جھڑپ ہوجائے خود چڑھ کر جاؤ، انکی راہیں بند کردو اور انھیں مجبور کردو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کریں، پابند نماز ہوجائیں، زکوٰۃ دینے لگیں تو بیشک ان کی راہیں کھولدو، ان پر سے تنگیاں اٹھالو۔ زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہوجائیں اور اسلام کے واجبات بجالائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنی پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ جس کا نفع فقیروں، مسکینوں، محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمہ ہے ادا ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھوں[1] جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں[2] الخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے۔ جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا۔ جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی سوجھ بوجھ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کرلیں ہمارے قبلہ کی طرف منھ کرلیں ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں، ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں۔ تو ہم پر ان کے خون، ان کے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت[3] انھیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمہ ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمہ ہے یہ روایت بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے۔ سوائے ابن ماجہ کے۔ ابن جریر میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ خدا اس سے خوش ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں

---

[1][2] سابقہ پارے میں اس حدیث کا صحیح مطلب لکھا گیا ہے ناظرین وہیں دیکھ لیں ۱۲ [3] یعنی اگر کبھی اسلام ہی ان کے اموال وجان کو لینے کی فرمائش کرے تو پھر ان کی جان لینے اور اموال چھیننے میں کوئی مضائقہ نہیں مثلاً مرتد ہوجائے تو واجب القتل اور اس کا تمام مال ودولت چھین لینے کا حکم ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

پھیل جائیں اور خواہشیں ادھر اُدھر لگ جائیں اس سچائی کی شہادت خدا کی آخری وحی میں موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ پس تو بہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کے عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوتوں کے پابند ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ برأت کے نازل ہونے پر چار مہینے گذر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا۔ پہلی شرطیں توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں فرماتا ہے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب میں فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور خدا رسول کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور خدا کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو۔ تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کریں۔ تیسری تلوار منافقوں میں فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ الخ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں ارشاد ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ پلٹ کر خدا کے حکم کو نہ قبول کر لیں۔ ضحاک اور سدی کا قول ہے کہ یہ آیت تلوار آیت فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے۔

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو آپ اُس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ ع

سن لے پھر اُس کو اُس کے امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے۔

امن کی طلب اور اسلامی حکم

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کر دیں، اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے، آپ کی باتیں سن لے، دین کی تعلیم معلوم کر لے، حجت خداوندی پوری ہو جائے، پھر امن ہی میں اسے اس کے وطن پہنچا دو، بے خوفی کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کر لے۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ، خدا کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کے لئے آئے خواہ وہ کوئی بھی ہو وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام خدا سنے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں با امن پہنچ جائے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو دین سمجھنے کے لئے آتے انہیں جو پیغام لے کر آتے امن دیدیا کرتے تھے۔ حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ عروہ بن مسعود مکرز بن حفص سہیل بن عمرو وغیرہ وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہاں آکر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہ تھی

علیہ اس لئے کہ پہلے اور ابتداً مشرکین ہی نے نقض عہد کیا تھا۔ محارب قوم جب ابتداءً نقض عہد کرے تو پھر مسلمانوں پر سے بھی ایفاء عہد کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے ۱۲ انظر شاہ علیہ جہاد کا صرف یہی مقصد ہے کہ اسلام اور خدا پرستی کی انکو دعوت دی جائے۔ لوٹ مار خونریزی و سفاکی یا ہوس ملک گیری جہاد کے مقاصد میں نہیں ۱۲ انظر [illegible]

یہی انھوں نے اپنی قوم سے کہا۔ بس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ آخر یہ شخص حضرت ابن مسعودؓ کی کوفہ میں امارت کے زمانہ میں قتل کر دیا گیا اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ نے اُسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں اسے قتل کر دیا گیا اللہ کی لعنت اُس پر ہو۔

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادہ سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہو۔ امام یا نائب امام نے اُسے امن و امان دیدیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے جب تک اپنے وطن میں نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھیر سکتا ہے پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی وغیرہ علماء کے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهٖٓ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ

ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ①

عہد لیا ہے۔ سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بد عہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں

عمل میں مساوات

اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک و کفر کو چھوڑنے والے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں۔ ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی ماہ ذی القعدہ ۶ھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں بھی انھیں قتل کیا اس بنا پر رمضان شریف ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی کی۔ رب العالمین نے مکہ آپ کے ہاتھوں فتح کرایا اور اسے آپ کے بس میں کر دیا وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔ لیکن آپ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے جنھوں نے اسلام قبول کیا سب کو آزاد کر دیا انہی لوگوں کو طلقا کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور ادھر اُدھر ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام پناہ دیدی اور انھیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا آ سکتے ہیں۔ ان ہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے۔ پھر خدا نے ان کی رہبری کی اور انھیں اسلام نصیب فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ہر اندازہ کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُمْ

کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا) حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول و قرار کا۔ یہ لوگ تم کو

بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبٰى قُلُوبُهُمْ ۚ وَأَكْثَرُهُمْ فٰسِقُونَ ②

اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے　　اور اُن میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔

ط اس حکم کا تعلق ملک کے تحفظ سے ہے۔ غیر ملکی اور وہ بھی مخالف قوم کا ایک فرد دار الاسلام میں دیر تک اس کا رہنا خلاف مصلحت ہے۔ آج بھی یہی دستور ہے غیر ملکی باشندوں کو اب بھی اپنے یہاں زیادہ ٹھیرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

قرآن کا بیان اور اس کی صداقت پر تاریخ کی معتبر شہادت

اللہ تعالیٰ کافروں کے مکروفریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول وقرار پر مطمئن رہیں ان کا کفروشرک انھیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمھیں کچے چبا ڈالیں نہ قرابت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں ان سے جو ہوسکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ الّ کے معنے قرابت داری کے ابن عباسؓ سے بھی مروی ہیں اور حضرت حسان کے شعر میں بھی ہیں۔ اور معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبہ کے وقت اللہ کا بھی لحاظ نہ کریں گے نہ کسی اور کا۔ یہی لفظ الّ ایل بن کر جبرئیل میکائیل اور اسرافیل میں آیا ہے یعنی اس کا معنے اللہ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں مراد عہد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ③

انھوں نے احکام الٰہیہ کے عوض (دنیا کی) متاع ناپائیدار کو اختیار کر رکھا ہے سو یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں (اور) یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ④ فَإِنْ تَابُوا

یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا۔ اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کرلیں

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ⑤

اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہوجاویں گے اور ہم سمجھ دار لوگوں کے لئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں

ابھی موقعہ ہے کہ وہ اپنی سرکشی سے باز آجائیں

مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جارہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کرلیا ہے خود راہِ خدا سے رُک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں نہ انھیں رشتہ داری کا خیال نہ معاہدہ کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز وزکوٰۃ کی پابندی انھیں تمہارا اپنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنا تا ہو، نماز وزکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔ یہی اللہ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ خدا کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کریں یعنی بتوں کی اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نمازی بن جائیں زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کے راستے چھوڑ دو۔ اور آیت میں ہے کہ پھر تو یہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ خدا اس سے رضامند ہو کر ملے گا اس کے بعد کا کلام راوی حدیث ربیع ابن انس رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ

اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین (اسلام) پر طعن کریں

فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ⑥

تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آجاویں ان پیشوایان کفر سے (خوب) لڑو کیونکہ اس صورت میں ان کی قسمیں باقی نہیں رہیں۔

عہد شکنی کریں تو ان سے لڑو

اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے، دین میں عیب جوئی کرے اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل عتبہ شیبہ امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن وقاص کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے۔ آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنھوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ حضرت علی رضی سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انھیں اور سب کو شامل ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو اُن سے فرمایا کہ تمھیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چندیا منڈھی ہوئی ہوگی تو تم اس شیطانی بیٹھک پر تلوار مار کر انھیں پارہ پارہ کر دینا۔ واللہ ان میں کے ایک کا قتل دوسرے ستر لوگوں کے قتل سے مجھے زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمان خدا ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو (ابن ابی حاتم)۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انھوں نے تم سے خود

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۷

پہلے چھیڑ نکالی۔ کیا ان سے (لڑنے میں) ڈرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ

اُن سے لڑو اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمھارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے

قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۸ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۹

قلوب کو شفا دے گا۔ اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) کو دور کرے گا اور جس پر منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرماویگا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

تمھارے ہاتھوں کفار پر عذاب

مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنھوں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جلاوطن کرنے کی پوری طرح ٹھان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دیدیں ان کے مکر سے خدا کا مکر کہیں بہتر تھا۔ صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مؤمنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ شریف سے نکال دیں۔ بُرائی کی ابتدا بھی ان ہی کی طرف سے ہے بدر کے دن لشکر لے کر نکلے معلوم ہو چکا کہ قافلہ بچ کر چلا گیا ہے لیکن تاہم غرور و فخر سے خدائی لشکر کو شکست دینے کے ارادہ سے مسلمانوں سے بھڑ گئے جیسا کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انھوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ ملکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیفوں سے جنگ کی بنو بکر کی خزاعہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کی اُن کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا۔ فالحمد للہ۔

فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو اگر تم مؤمن ہو تو تمھارے دل میں بجز خدا کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہیے وہی اس لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں۔ اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ میرا غلبہ، میری سلطنت، میری سزا، میری قدرت، میری ملکیت بیشک اس قابل ہے کہ ہر وقت، ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں۔ جو

چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گزرتا ہوں۔ میری منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز بیان ہو رہا ہے کہ خدا قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیج دیتا لیکن اس کی منشا یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انھیں سزا دے ان کی بربادی تم خود کرو تمہارے دل کی خوب بھڑاس نکل جائے اور تمھیں راحت و آرام، شادمانی و کامرانی حاصل ہو۔ یہ بات کچھ ان ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مؤمنوں کے لئے بھی ہے خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں ملکر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے ان کے غبار اسی وقت دھلیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ غضب ناک ہو جاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش یہ دعا کرو اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ۔ اے اللہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار میرے گناہ بخش اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے وہ اپنے بندوں کی تمام مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اپنے تمام کاموں میں، اپنے شرعی احکام میں، اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے، وہ عادل و حاکم ہے، ظلم سے پاک ہے، ایک ذرہ برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا

۲ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہر طور پر) اُن لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنھوں نے تم میں سے (ایسے موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ اور رسول

ع ۱۰ ۸ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (۱۰)

اور مومنین کے سوا کسی کو اپنا خاص دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی

خدائے واحد کو مانتے ہو تو اس کا ثبوت دو

یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ ولیجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر و باطن میں خدا و رسول کی خیر خواہی اور حمایت کریں ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں کا بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کے کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہو گی ہی نہیں حالانکہ اگلے مؤمنین کی بھی ہم نے آزمائش کی۔ یاد رکھو خدا سچے جھوٹوں کو ضرور الگ الگ کر دے گا۔ اور آیت میں اسی مضمون کو اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ الخ کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اللہ ایسا نہیں کہ تم مؤمنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے۔ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے جو ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے۔ چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی ہر حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا، سچا جھوٹا ظاہر کر دے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے، نہ اس کی قضا و قدر و ارادہ کو کوئی بدل سکتا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے اوپر کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں ان لوگوں کے

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ (۱) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ قف

ایمان لادیں اور نماز کی پابندی کریں　اور زکوۃ دیں　اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۲﴾

سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔

مساجد کو مشرک آباد نہیں کر سکتے

یعنی خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں کو خدا کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بننا لائق نہیں یہ مشرک ہیں۔ خانۂ خدا سے انھیں کیا تعلق۔ مساجد کو مسجد بھی پڑھا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف خدا کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے جس کی بنیاد خلیلِ خدا نے رکھی تھی۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال وقال دونوں اعتبار سے تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہے گا میں نصرانی ہوں، یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے۔ صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں یہ تو مسجدِ حرام سے اور روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل خدا کے اولیا نہیں۔ اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں۔ لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ہاں خانۂ خدا کی آبادی مؤمنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

اور حدیث میں ہے مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے اللہ عز وجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لیجاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو ...... اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ اصحابِ رسول کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر خدا کا گھر ہیں جو یہاں آئے اللہ پر حق ہے کہ اس کی عزت کرے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سُن کر پھر بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ وہ اللہ رسول کا نافرمان ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں۔ بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحّد ایمان دار قرآن حدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند صرف اللہ کا خوف کھانے والے اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور مقصود وَر ہیں۔

یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عسٰی ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمان ہے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ تو مقامِ محمود میں پہنچانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شافعِ محشر ہونا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

محمد بن اسحاق رح فرماتے ہیں عسٰی کلام اللہ میں حق و یقین کے لئے آتا ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کی برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو

وَجٰهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ﴿٣﴾ اَلَّذِينَ

اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک۔ اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا جو لوگ

اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً

ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک

عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ ﴿٤﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٥﴾ خٰلِدِينَ فِيهَآ اَبَدًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٦﴾

اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ ان کے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے

بڑا کارنامہ اجرِ عظیم

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافر کہتے تھے کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت ایمان وجہاد سے بہتر ہے ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ نے ان کا فخر وغرور اور حق سے تکبر اور اعراض بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پرواہی سے منھ موڑ کر کفر وانکار میں مبتلا رہتے ہو۔ پس تمہارا گمان بیجا، تمہارا غرور غلط، تمہارا فخر نامناسب ہے یوں بھی خدا پر ایمان اور جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلہ میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی بھی ہو اسے شرک کا گھن کھاجاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے تئیں آبادی کرنے والا کہتے تھے خدا نے ان کا نام ظالم رکھا خانۂ خدا کی ان کی خدمت بیکار کردی۔ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضؓ نے اپنی قید کے زمانہ میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام وجہاد میں تھے تو ہم بھی خانۂ خدا کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بیکار ہے۔ صحابہؓ نے ان پر جب لے دے شروع کی تو حضرت عباس رضؓ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ کو غلاف چڑھاتے تھے۔ ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ روایت ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباسؓ اور حضرت علی رضؓ میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ طلحہ بن شیبہ، عباس بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب رضؓ بیٹھے بیٹھے اپنی اپنی بڑائیاں بیان کرنے لگے۔ عثمان رضؓ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں، میں اگر چاہوں وہاں رات گذار سکتا ہوں۔ عباس رضؓ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضؓ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اس اندیشہ کو ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہِ زمزم کے پانی کے عہدے سے نہ ہٹادیا جاؤں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اپنے اُس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔ دوسرے نے اسی طرح مسجدِ حرام کی آبادی کو کہا۔ تیسرے نے اسی طرح راہ خدا کے جہاد کو کہا۔ حضرت عمر رضؓ نے انھیں ڈانٹ دیا اور فرمایا منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں خود جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات دریافت کرلوں گا۔ الخ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى

اے ایمان والو اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں کہ ان کے ایمان لانے کی امید

الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَ

نہ رہے اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور

اَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں

ع ۳
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا

کفار سے کوئی قرابت و تعلق نہیں

اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں، بہن بھائی ہوں۔ بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔ اور آیت میں ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز خدا رسول کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتہ دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے انھیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔ بیہقی میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں۔ آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ برابر کہتا ہی چلا گیا۔ باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ آپ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر آیت لَا تَجِدُ الخ نازل ہوئی پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کئے ہوئے مال.... ارزاں ہو جانے کا خطرہ اور پسندیدہ مکانات اگر تمھیں اللہ و رسول سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمھیں خدا کے عذاب کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ ایسے بدکاروں کو اللہ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ جا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا خدا کی قسم اب آپ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا اب اے عمر (تو مومن ہو گیا)[1]۔ (بخاری شریف) صحیح حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے، اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں مسند امام احمد اور ابو داؤد میں ہے آپ فرماتے ہیں جب تم عینہ کی خرید و فروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دُمیں تھام لو گے اور[2] جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دے گا وہ دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔

[1] معلم کامل اور طالب علم باصلاحیت کا کام بہت جلد ہوا کرتا ہے۔ ادھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مرشد کامل کہ ایک نگاہ میں حالت بدل دے اور ادھر فاروق جیسا مرید کہ شیخ کی ہر ہر ادا پر جان چھڑکنے کے لئے تیار ہو۔ پھر ان مدارج کو طے کرنے میں دیر کیوں ہو؟ ۱۲ انظر شاہ۔

[2] یعنی اسی قسم کے مشاغل اختیار کر لو اور ان ہی میں لگ کر رہ جاؤ ۱۲ انظر شاہ کشمیری ÷

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ

تم کو خدا نے تو نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ

شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ① ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ

کار آمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

اپنے رسول (کے قلب) پر اور دوسرے مومنین (کے قلوب) پر اپنی (طرف کی) تسلی نازل فرمائی اور (مدد کے لئے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں

كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ② ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

کو سزا دی، اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے بڑی رحمت کرنے والے ہیں

یوم حنین

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں براۃ کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مؤمنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی خود امداد فرمائی، انھیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح و ظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی۔ یہ صرف تائید خداوندی تھی نہ کہ مال و اسباب اور ہتھیاروں کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کر لو حنین والے دن ذرا تمھیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا۔ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے۔ اسی وقت خدا کی مدد نازل ہوئی اس نے دلوں میں تسکین ڈال دی۔ یہ اس لئے کہ تمھیں معلوم ہو جائے کہ مدد اسی کی طرف سے ہے اس کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے یہ واقعہ ہم عنقریب مفصل بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ مسند کی حدیث میں ہے بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسلاً بیان کی ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح ہے واللہ اعلم۔ ۸ھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً کل حضرات مسلمان ہو چکے اور انھیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہو گیا ہے اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نضری ہے ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو جشم بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے۔ اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھر کے ساز و سامان کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انھوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ اپنے اس لشکر کو لے کر جو آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلہ کے لئے چلے تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ کے ساتھ ہو لئے مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انھوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا، بے پناہ تیر برساتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں یہاں مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے آپ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے۔ آپ بآواز بلند مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ کے بندو! کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ کا سچا رسول ہوں، میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں، میں اولادِ عبدالمطلب میں سے ہوں۔ آپ کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن

عباس حضرت ابو سفیان بن حارث حضرت ایمن بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضؓ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں۔ پس آپ نے یہ کہہ کر کہ اے ببول کے درخت تلے بیعت کرنے والو! اے سورۂ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچنی تھی کہ انھوں نے ہر طرف سے لبیک لبیک کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ نہیں رہا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکارِ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ کے اِرد گرد جمع ہو گئی آپ نے خدا سے دعا مانگنی شروع کی کہ بار الٰہا جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما پھر آپ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے۔ ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا، ان کے قدم اکھڑ گئے، بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انھوں نے ان کفار کو قید کر کے آپ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ مسند احمد میں ہے حضرت ابو عبدالرحمٰن فہری جن کا نام یزید بن انسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس دن بڑی گرمی پڑ رہی تھی۔ دوپہر کو ہم درختوں کے سایہ میں ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگا لئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں پہنچا۔ سلام کے بعد میں نے کہا حضور ہوائیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے بلال! اس وقت بلال رضؓ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میری سواری کسو۔ اسی وقت انھوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلّے کھجور کی رسّی کے تھے جس میں کوئی فخر و غرور کی چیز نہ تھی جب کس چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گذری پھر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں۔ اے مہاجرین میں بندۂ خدا اور رسولِ خدا ہوں پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر ان کے چہرے بگڑ جائیں کافروں کی طرف پھینک دی اسی سے اللہ نے انھیں شکست دیدی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اسی وقت ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی چادر پر بج رہا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ نے اسی وقت حملہ کا حکم دیدیا اوّل تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپ نے اپنی سواری پر سے میدانِ جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا اب لڑائی گرماگرمی سے ہو رہی ہے۔ اس میں ہے کہ اللہ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا۔ اور ان کے مال اور اولاد اپنے نبی کو فے میں دلا دیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا کہ اے ابو عمارہ! کیا تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے۔ خدا کے فضل سے ہم نے انھیں پہلے ہی حملہ میں شکست دیدی لیکن جب لوگ مالِ غنیمت پر جھک پڑے انھوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو قدر اندازی کے ساتھ تیر برسائے تو یہاں بھگدڑ مچ گئی۔ سبحان اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقعہ تھا۔ لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور خود کو چھپانے اور عام لوگوں کی نظر سے بچانے کی بھی کوشش نہیں فرماتے۔ بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار بتلا رہے ہیں کہ نہ پہچاننے والے بھی پہچان لیں خیال فرمائیے کہ کس قدر ذاتِ واحد پر آپ کا توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ کو اللہ کی مدد پر ہے۔ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امرِ رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا اور آپ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا فصلوات اللہ وسلامہ علیہ ابداً ابداً۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے۔ جنھیں

کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر بھی ہم نے انھیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر پڑے ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے اردگرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمھارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ۔ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہوگئے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ کے ساتھ صرف اسّی مہاجر و انصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ نے اطمینان و سکون نازل فرمادیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ زین پر سے نیچے کی طرف جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور اونچے ہوجائیے اللہ آپ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ نے فرمایا ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو میں نے بھر دی آپ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا مہاجر و انصار کہاں ہیں؟ میں نے کہا یہیں ہیں فرمایا انھیں آواز دو۔ میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لبیک لبیک کر آگئے اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ تنہا رہ گئے ہیں تو بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آگیا کہ وہ علیؓ اور حمزہؓ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملے گا۔ آؤ پیغمبر کو قتل کر دیں۔ اس ارادہ سے میں آپ کی دائیں جانب سے بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبد المطلب کو پایا سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جاکر اپنا کام کروں۔ ادھر سے آیا تو دیکھا کہ ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے بھائی ہیں اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے۔ پھر میں نظروں سے بچ کر پیچھے کی طرف آیا اور آپ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کرلیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف التفات کیا اور فرمایا شیبہ میرے پاس آ! خدایا اس کے شیطان کو دور کردے اب میں نے آنکھیں کھول کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ میں آپ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا شیبہ وہ تو سوا کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی کہ خدایا شیبہ کو ہدایت کر۔ پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا واللہ آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ کی میں اپنے دل میں پانے لگا الخ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اس غزوے میں آپ کے ہم رکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے۔ چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان گھیر لیا۱۔ اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے۔ واللہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانہ میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھا۔ بعد میں یہ مسلمان ہوگئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقع پر تمھارے دلوں کا رعب و خوف سے کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آرہی تھی بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔ الغرض کفار کو خدا نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر خدا نے مہربانی کی انھیں تو یہ نصیب ہوئی مسلمان ہوکر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ شریف کے قریب جعرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گذر چکے

۱ مقصود کثرت کا اظہار ہے۔ یعنی اتنے کثیر تھے کہ سارے میدان پر چھا گئے ۱۲ +

تھے اسی لئے آپ نے فرمایا کہ اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟ انھوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹوں بڑوں کی، مرد عورت کی، بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار کی تھی آپ نے یہ سب انھیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انھیں بھی آپ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نصری کو بھی آپ نے سو اونٹ دیئے اور اُسی کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا۔ جیسے کہ وہ تھا اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا دینے میں اور بخشش و عطا کرنے میں اور غلطیوں سے درگذر کرنے میں دنیا میں آپ کا ثانی نہیں۔ آپ قیامت کے دن ہونے والے تمام اُمور سے مطلع فرماتے رہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ شجاعت اور بہادری میں بھی آپ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ

اے ایمان والو مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) نرے ناپاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس

عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ

نہ آنے پائیں اور اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) محتاج نہ رکھے گا۔

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۲) قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ

بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔ اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر

وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ

اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو

أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ (۵) ع

قبول کرتے ہیں اُن سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں

ع ۴ ۵ ۱۰

ایک ممانعت

اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزگی اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ دین کی رُو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ شریف کے پاس نہ آنے دیں۔ یہ آیت ۹ھ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر و قیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں خدا کے گھر کا طواف کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔ لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ اس منع کرنے میں آپ کا عمل اس آیت پر تھا۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے مؤمن نجس نہیں ہوتا۔ باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں؟ پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہریہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی ناپاک ہیں۔ حسن رحؒ فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھو ڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت

گر جائے گی، ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی وحمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو اللہ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دے گا۔ تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائے گا اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اس کا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے۔ یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیہ سے دے گا۔ ان اہل کتاب سے جو خدا کے اور اس کے رسول کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی نبی کے صحیح معنیٰ میں پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے آباء کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبی پر بھی ضرور ایمان لاتے ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی در اصل انہیں کوئی سروکار نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیاء افضل الرسل خاتم النبیین اکمل المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر کرتے ہیں۔ اس لئے ان سے بھی جہاد کرو۔ ان سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے۔ اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے تلے آ چکے تھے جزیرۃ العرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہِ حق دکھلانے کا حکم ہوا ۹ھ میں یہ حکم اترا اور آپ نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ مدینہ کے ارد گرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا۔ بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا۔ اگر کچھ رہ گئے تو وہ بہت ہی تھوڑے تھے۔ موسم سخت گرم تھا، پھلوں کا وقت تھا۔ روم سے جہاد کے لئے شام کے ملک کا دور و دراز کا کٹھن سفر تھا۔ تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس روز قیام فرمایا، پھر استخارہ کر کے حالت کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے واپس لوٹ آئے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جزیہ لیا تھا۔ امام شافعی رح کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد کا بھی یہی ہے امام ابو حنیفہ رح کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے امام مالک رح فرماتے ہیں کہ جزیہ کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں واللہ اعلم۔ پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو۔ پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت و توقیر دینی اور انہیں اوج و ترقی دینی جائز نہیں صحیح مسلم میں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہود و نصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کرو۔ یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھیں۔ عبد الرحمن بن غنم اشعری کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رض کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان مال اور اہل وعیال کے لئے امن طلب کی۔ ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں اور ان کے پاس کوئی دیر اور کوئی گرجا گھر اور کوئی خانقاہ نیا نہیں بنائیں گے اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہیں درست نہیں کریں گے۔ ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو۔ ہم ان کے دروازے اور رہ گذر مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے۔ اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے ہم اپنے مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے مسلمانوں کی توقیر و عزت کریں گے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دیدیں گے ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کریں گے نہ لباس میں نہ جوتے میں نہ مانگ نکالنے میں ہم ان کی زبان نہ بولیں گے۔ ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے۔ زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کریں گے۔ تلواریں نہ لٹکائیں گے۔ نہ اپنے ساتھ رکھیں گے

انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کریں گے۔ اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوا دیں گے۔ اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور ڈالے رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گذرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے۔ گرجوں میں ناقوس بلند آوازے نہیں بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں باآواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے۔ نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے۔ نہ اپنے مُردوں پر اونچی آوازے ہائے وائے کریں گے۔ نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لیکر جائیں گے مسلمانوں کے حصّہ میں آئے ہوئے غلام ہم نہیں لیں گے مسلمانوں کی خیرخواہی ضرور کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انھیں جھانکتے نہیں۔

جب یہ عہد نامہ حضرت فاروق اعظم رضؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں۔ یہ تمام شرطیں ہمیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی ان ہی شرائط پر.... امن ملا ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفین سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔لہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم

اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ اُن کا قول ہے

بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ

اُن کے منہ سے کہنے کا یہ بھی اُن لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر اُلٹے

يُؤْفَكُونَ ① اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ

جا رہے ہیں انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے) رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم

مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ②

کو بھی۔ حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ اُن کے شرک سے پاک ہے۔

یہود و نصاریٰ کے ذہنی دھوکے

ان آیتوں میں بھی جناب باری عزوجل مومنوں کو مشرکوں کافروں سے، یہودیوں، نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے فرماتا ہے دیکھو وہ شانِ خدا میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا بتلاتے ہیں۔ اللہ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آگئے ان کے علماء کو قتل کر دیا، ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام علم کے اُٹھ جانے سے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے، روتے روتے.... پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گذر رہا دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہوگا، میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟

لہ ان شرائط کو سخت یا خلافِ انصاف نہ کہیے اول تو ان مظالم کی سیاہ تاریخ پر نظر ڈالیے جو ان اقوام کی جانب سے مٹھی بھر مسلمانوں پر ہمیشہ ہوتے رہے اور دنیا کے کسی بھی گوشہ میں جب کبھی ان کو اقتدار تھوڑا بہت میسّر آیا تو کوئی ظلم ایسا نہیں تھا جو انھوں نے مسلمانوں پر روا نہ رکھا ہو۔ یہ معاہدہ اور مسلمانوں کی طرف سے یہ شرائط ان مظالم کے مقابلہ میں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لیے ضروری تھا کہ اسلام کا تفوق ذہنوں پر قائم کیا جائے تاکہ دوسرے مذاہب کے دائروں میں ایک ذلت انگیز زندگی کے بجائے اسلام کی دی ہوئی باعزت زندگی کی تڑپ لوگوں میں نمایاں ہو یہی کچھ اسباب تھے جن کے بنا پر یہ معاہدہ وجود میں آیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

آپ اس کے پاس ٹھیر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ باقی ہے اس پر تو کبھی موت آوے گی ہی نہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا اے عزیز پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس نے کہا آپ یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ کی سمجھ میں آگیا کہ یہ جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں وہ کھالو۔ چنانچہ آپ وہیں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی۔ دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ نے منہ کھولدیا تو انھوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ کے منہ میں بڑی سی ڈالی۔ اسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھولدیا آپ توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے۔ بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توراۃ لایا ہوں انھوں نے کہا آپ ہم سب کے نزدیک سچے ہیں۔ آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری توراۃ لکھ ڈالی ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انھیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں تورات شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالدیا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح ؑ کو نصرانی خدا کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بتا رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے یہ بھی ان ہی کے مرید و مقلد ہیں اللہ انھیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔ مسند احمد ترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہو گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اس کی بہن کو آزاد کر دیا اور رقم بھی دی یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انھیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ مدینہ شریف آگئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ السلام کو خبر پہنچائی آپ خود ان کے پاس آئے اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت اتخذوا کی تلاوت ہو رہی تھی تو انھوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں سنو! ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء و درویش حلال بتلادیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی۔ پھر آپ نے فرمایا عدی کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے کیا تمہارے خیال میں خدا سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکار کرتے ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے ..... انھیں اسلام کی دعوت دی انھوں نے مان لی اور خدا کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ادا کی آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا یہود پر غضب خدا اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہو گئے ہیں۔ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح منقول ہے کہ اس سے مراد حلال و حرام کے مسائل میں علماء اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ سدی فرماتے ہیں انھوں نے بزرگوں کی ماننی شروع کر دی اور خدا کی کتاب کو ایک طرف ہٹا دیا اسی لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انھیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کردے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرمادے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں۔ اسی کے احکام بجا لانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ شرک سے اور شریک سے پاک ہے اس جیسا اس کا شریک اس کا نظیر اس کا مددگار اس کا مقابل کوئی نہیں وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بدون اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے مانیگا نہیں گو

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین دے کر بھیجا

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾

تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور خواہش یہی ہے کہ نورِ خدا بجھا دیں۔ ہدایتِ خداوندی اور دینِ حق کو مٹا دیں تو خیال کر لو کہ اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی نورِ خدا کے بجھانے کی خواہش میں اپنی امکانی کوشش کر لیں آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے ضروری بات ہے اور خدا کا فیصلہ ہے کہ دینِ حق اور تعلیم رسولؐ کا بول بالا ہوگا۔ تم مٹانا چاہتے ہو، اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ خدا کی تقدیر تمہاری خواہشات پر غالب رہے گی۔ تم گو ناخوش رہو۔ لیکن آفتابِ ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔ عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے يُعْجِبُ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ۔ اسی خدا نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا آخرت میں نفع دیں یہ دینِ حق ہے۔ یہ تمام اور مذاہبِ عالم پر چھا کر رہے گا۔ آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب لپیٹ دی گئی۔ میری اُمت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہو گا تمہارے سردار جہنمی ہیں۔ بجز ان کے جو متقی پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا۔ اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہو گی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اسے خیر و برکت، عزت و شرافت ملی۔ اور جو کافر رہا اسے ذلت و نکبت، نفرت و لعنت نصیب ہوئی۔ پستی اور حقارت دیکھی اور ذلت کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کر دے۔ وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہو گا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مجھ سے فرمایا اسلام قبول کر تاکہ سلامتی ملے میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے دین کا مجھے تجھ سے زیادہ علم ہے میں نے کہا سچ۔ آپ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے آپ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا۔ آپ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے۔ سُن صرف اسی ایک بات نے تو روک رکھا ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتوان ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہیں یہ پنپ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے کچھ علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سُنا تو ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امرِ دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی خطرہ کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج

حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف وخطر بیت اللہ پہنچکر طواف کرتی ہیں۔ صادق ومصدوق کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے۔ میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے چھپے ہوئے خزانے اپنے قبضہ میں کئے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دن رات کا دور ختم نہ ہوگا جبتک کہ پھر لات وعزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الخ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا کہ یہ پوری بات ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک خدائے پاک کو منظور ہو پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کرلے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جاویں گے جن میں کوئی خیر وخوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائینگے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے ہیں

وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۗ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي

اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور (غایتِ حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ میں

سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٥﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا

خرچ نہیں کرتے سو آپ اُن کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے جو اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جاوے گا پھر اُن سے اُن لوگوں کی

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٦﴾

پیشانیوں اور اُن کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

غلط طریقہ پر لوگوں کے مال کو اُڑانا جرم ہے

یہودیوں کے علماء کو احبار اور نصاریٰ کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ الخ میں یہود کے علماء کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبانی اور ان کے علماء کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا۔ مقصود آیت کا لوگوں کو بُرے علماء گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ تم یقیناً پہلوں کے طریقہ پر چلوگے۔ ایسی پوری مشابہت ہے کہ ذرا بھی فرق نہ رہیگا لوگوں نے پوچھا کیا یہود ونصاریٰ کی روش پر؟ آپ نے فرمایا ہاں ان ہی کی۔ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں۔ پس ان کے اقوال وافعال کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب وریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا۔ ان کے تحفے ہدیے اخراج خراج مقرر تھے جو بے مانگیں انھیں پہنچ جاتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انھیں قبولِ اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلہ کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گذرے۔ ذلت وحقارت ان پر برس پڑی اور خدا کے غضب میں مبتلا ہو کر تباہ وبرباد ہوگئے۔ یہ حرام کھانے والی جماعت خود حق سے رُک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق وباطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہِ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکا ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں۔ قیامت کے دن یہ بے یار ومددگار چھوڑ دیے

جائیں گے۔ عالموں کا صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں دولت مندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقہ میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں عموماً ان ہی طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈ کے جھنڈ عامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتے ہیں بس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہونا ہے جیسا کہ حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ؎ وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّينَ إِلَّا الْمُلُوكُ ٭ وَأَحْبَارُ سُوءٍ وَرُهْبَانُهَا۔ یعنی دین کو واعظوں، عالموں، صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقہ ہی نے بگاڑا ہے۔

کنز: اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ نہ ادا کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رض سے یہی منقول ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دیدی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس رض حضرت جابر رض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی منقول ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رض بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رض سے روایت ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اُسے مال کی طہارت بتادی۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراک بن مالک رح نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اُسے قول خدا خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ الخ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رض فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سُناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور قلت کی تعریف میں بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ بطور نمونہ کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔

مسند عبد الرزاق میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سُن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انھوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں۔ حضرت عمر رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔ مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رض نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر نے کہا لو میں حضور سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے الخ۔ اور روایت میں ہے کہ صحابہ رض نے کہا پھر ہم اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑ جائیں ہاں اس میں ہے کہ حضرت عمر رض کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان رض بھی تھے آپ نے حضرت عمر رض کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رض یہ سُن کر خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو اور سُنو میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں۔ نیک عورت کہ جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اُسے خوش کر دے۔ اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اُترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ مجھے بُرا معلوم ہوا۔ آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اُسے بھول جاؤ۔ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرُّشْدِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَأَسْأَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ یعنی یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکریہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل۔ اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ۔ اور تیرے علم میں جو بُرائی ہے اس کی پناہ۔ اور جن کی بُرائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ خدا کی راہ میں اپنا مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اُسے جمع کر کے رکھنے والے دردناک عذاب سے مطلع

UNIVERSITY LIBRARY
377805
377805

ہو جائیں۔ قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جہنم کا گرم پانی کا تریڑا ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے۔ یہ ہے بدلہ اس کا ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا۔ آج اسی مال سے انھیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور اس میں وہ جلتا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے۔ بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں واللہ اعلم۔ حضرت طاؤس رح فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدہا بن کر اس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آ جائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدہا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا۔ یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ۔ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی، پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف الخ۔

امام بخاری اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آ گئے ہو؟ آپ نے فرمایا ہم شام میں تھے وہاں میں نے آیت وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الخ کی تلاوت کی تو حضرت معاویہ رض نے فرمایا یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں۔ یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے۔ اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انھوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ میں جب مدینہ پہنچا تو دیکھا کہ ہر طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انھوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینہ میں ٹھیرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا۔ آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینہ کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے، اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رض نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ ماننے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی۔ امیر المومنین نے انھیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کو حکم دیا آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی میں رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رض نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر راہ اللہ خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انھیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے آئے اور کہا مجھ سے غلطی ہو گئی امیر معاویہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھی میں نے غلطی سے آپ کو دیدیں وہ واپس کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آ جائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں۔ سدی فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احنف بن قیس رح فرماتے ہیں۔ میں مدینہ میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آ کر کھڑے

ہو کر خزانے لگے روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے لوگ سب سر نیچا کئے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی۔ آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گذرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔ غالباً اسی حدیث نے حضرت ابو ذر رضؓ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ذر رضؓ کو ان کا حصّہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات فراہم کرنا شروع کیں سامان کی خرید کے بعد سات رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقت ضرورت کام آ جائے یا کوئی مہمان آ جائے تو کوئی کام نہ اٹکے آپ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سربند کر کے رکھا جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے جب تک کہ اُسے راہِ للہ نہ دیدے۔ ابن عساکر میں ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انھوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رَدّ نہ کر جو ملے اسے چھپا نہ رکھ۔ انھوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا؟ آپ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اہل صفہ میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا۔ دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے آپ نے فرمایا آگ کے دو داغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔ اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کے تہمد کی گرہ میں سے ایک دینار نکلا آپ نے فرمایا ایک داغ آگ کا پھر دوسرے کا انتقال ہوا اُن کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے آپ نے فرمایا دو داغ آگ کے۔ فرماتے ہیں جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ کے داغ کئے جائیں گے۔ آپ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو اس کا راوی سیف کذاب و متروک ہے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ کتاب الٰہی میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین

الْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ

پیدا کئے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے) اپنا نقصان مت کرنا

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۷﴾

اور ان مشرکین سے سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے

بارہ مہینے

مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے اپنے حج کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم کر ... اپنی اصل پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت و ادب والے ہیں۔ تین تو مسلسل ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخری اور شعبان کے درمیان میں ہے پھر پوچھا یہ کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے سکوت فرمایا ہم سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر پوچھا کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کی عید کا دن نہیں؟ ہم نے کہا ہاں پھر پوچھا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ جانے اور اس کا رسول۔ آپ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس مہینہ کا نام اور ہی رکھیں آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے ہم نے

کہاں ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جاننے والے ہیں۔ آپ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر فرمایا کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے۔ ہم نے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت و عزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینہ میں تمہارے اس شہر میں۔ تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا۔ سنو! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زنی کرنے لگو۔ بتلاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو! تم میں سے جو موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچا دیں، بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔ اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبہ کے موقعہ کا یہ ذکر ہے۔ ابو حمزہ رقاشی کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبہ کے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے ہوئے تھا۔ آپ کے پہلے جملہ کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانہ کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے۔ جو مہینہ آج ہے وہی حقیقت میں بھی ہے جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ یہ شہر ابتدائے مخلوق سے باحرمت و باعزت ہے وہ آج بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔ پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینہ میں نہیں ہوتے تھے۔ اب کی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر یہ بات نہ تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینہ پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رض کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے آیت اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ الخ کی تفسیر میں اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود و نصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الضحیٰ کا دن۔

"فصل" شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب المشہور فی اسماء الایام والشہور میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینہ کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے اس کی جمع محرمات محارم محاریم ہے۔ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں صفر المکان اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعا ہے جیسے نصیب کی جمع انصبا۔ اور اس کی جمع اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الآخر کے مہینہ کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے یعنی ٹھیک ہر موسم پر یہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ موزوں نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینہ کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑاکے کے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے اس کی جمع جمادیات جیسے حباریٰ اور حباریات۔ یہ مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ جمادی الاولیٰ اور جمادی الآخرہ کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب۔ یہ ماخوذ ہے ترجیب سے۔ ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت و عزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے تشعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینہ کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعابین شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں رَمِضَتِ الۡفِصَالُ اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے

ہیں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے لیکن ہے وہ ضعیف۔ میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ شوال ماخوذ ہے شالت الابل سے یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا۔ یہ دُمیں اٹھا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواویل، شواول، شوالات آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذوالقِعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحِجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے یہ تو تھی وجہ ان مہینوں کے ناموں کی۔

اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں۔ اس کی جمع آحاد، وحاد اور وحود آتی ہے پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں اس کی جمع اثانین آتی ہے۔ منگل کو ثلاثاء کہتے ہیں۔ یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مؤنث بھی اس کی جمع ثلاثاوات اور اثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں جمع اربعاوات اور اراابیع آتی ہے۔ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں۔ جمع اس کی اخمسۃ اخامس آتی ہے۔ جمعہ کو جمعہ اور جمُعہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع جُمع اور جماعات آتی ہے۔ سنیچر یعنی ہفتہ کے دن کو سبت کہتے ہیں۔ سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتہ کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتہ کے دن کے نام یہ تھے۔ اول، اہون، جبار، دبار، مونس، عروبہ، شیار۔ عرب جاہلیت کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ مہینوں میں چار حرمت والے ہیں جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینہ کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار حرمت کے مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہے کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینہ میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مار پیٹ جنگ و جدال قتل و قتال بند ہو۔ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں۔ پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن و امان عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے درمیانہ سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرہ کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد و رفت کر لیں۔ یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔

پس خدا کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے۔ جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ فرمان خدا ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب دیں گے اسی طرح سے ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت امام شافعی رحمہ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے اسی طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔

ابن عباس فرماتے ہیں۔ فیھن سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر و ثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔

حضرت قتادہ رحمہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمایا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول چن لئے۔ اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرما لیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرما لیا اور مہینوں میں سے رمضان شریف کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرما لیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں لیلۃ القدر کو۔ پس تمہیں ان کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں خدا نے عظمت دی ہے۔ امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور سمجھ دار لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتلائی ہو۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کرو جو حلال ہیں انہیں حرام نہ بنا لو۔ جیسے اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی

بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسر جنگ ہیں۔ حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے اس آیت کے الفاظ پر غور کیجیے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آ گئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گذر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ ہوازن قبیلہ کی طرف شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان میں کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے تو آپ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ پس ثابت ہے کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی حرام ہے۔ اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر خداوندی کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کر لیا کرو۔ اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لے لو الخ اور فرمان ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ الخ۔ حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے بیان گذر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں۔ پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم پہلے حکم سے مختلف نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انھیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ عرب کے تمام علاقوں سے جمع ہو کر آتے ہیں۔ تم بھی اپنے سب کلمہ گویوں کو لے کر ان سے مقابلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملہ میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو جبکہ حملہ ان کی طرف سے ہو۔ جیسے آیت اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ میں ہے اور جیسے آیت وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ الخ میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ لڑائی کی خود ابتدا نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو الخ۔ یہی جواب حرمت والے مہینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تتمہ تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا انھوں نے ہی لڑائی کی ابتدا کی تھی ادھر ادھر سے آپ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینہ میں نہ تھا یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگ گئے تھے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے۔ انھوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ادھر محاصرہ جاری رہا۔ منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے۔ الغرض اس جنگ کی ابتدا حرمت کے مہینہ میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا تو حرمت کا مہینہ بھی آ گیا جب چند دن گذر گئے تو آپ نے محاصرہ ہٹا لیا جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتدا اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ واللہ اعلم۔ اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انھیں وارد کرتے ہیں ہم انھیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا

یہ ہٹانا و بٹنا کفر میں اور ترقی ہے جس سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں

وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِــُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ

اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں (صرف) ان کی گنتی پوری کر لیں پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ٥

ع ٨ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ان کی بداعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا۔

خدا کے حکم کے ساتھ مشرکوں کی زیادتی

مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت خداوندی میں داخل کر کے خدا کے دین کے احکام الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینہ کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینہ میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تاکہ بظاہر سال کے چار مہینہ کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینہ میں لُوٹ مار قتل و غارت بھی ہو جائے۔ اور اس پر اپنے قصیدوں میں بھی خوب فخر کرتے تھے ان کا ایک سردار تھا۔ جنادہ بن عمرو ابن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلہ میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے سُنو! پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے۔ ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے۔ اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو علمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانہ میں عمل کر لیا جاتا۔ اور اب حرمت کے اصلی مہینہ میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا ... آزادی سے آپس میں خانہ جنگیاں، لُوٹ مار ہوتی۔ لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ خدا کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینہ میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے پھر برابر گنتے جاتے اور اسی حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم کے نام سے خاموشی برت لیتے اس کا ذکر ہی نہ کرتے پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے پھر رجب کو جمادی الآخر، شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال، ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے۔ پھر اس کا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے برس کا ذوالقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذوالحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ نے اپنے خطبہ میں اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ لوٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے تھے لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابو بکر رضؓ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ الخ یعنی خدا اور اس کے رسول کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اس کی منادی حضرت صدیق رضؓ کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا اور صرف مہینوں کی تقدیم تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ تو اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ باقی رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو خدا کی طرف سے مقرر تھے ان کی گنتی میں موافقت کر لیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف مؤخر کر دیتے۔

رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ زمانہ گھوم پھر... کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے یعنی اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے۔ اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے، مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے اللہ تعالیٰ

کی پوری حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں۔ وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کر تے اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السیرت میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا قلمس حذیفہ بن عبید تھا۔ پھر قسیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابن نزار بن معد بن عدنان۔ پھر اس کا لڑکا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا لڑکا عوف پھر اس کا لڑکا ابو ثمامہ جنادہ اسی کے زمانہ میں اشاعت اسلام ہوئی عرب کے لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انھیں لکچر دیتا اور رجب ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ خدا کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور خدا کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ

اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم زمین کو

إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ

لگے جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر قناعت کر لی سو دنیاوی زندگی کا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۱﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

تمتع تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے اگر تم نہ نکلوگے تو اللہ تم کو سخت سزا

أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲﴾

دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور تمہارے بدلہ دوسری قوم پیدا کر دے گا (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے۔ اور اللہ کو ہر چیز

صحابہ کے جذبہ ایمان، عزم و استقلال کا امتحان، معرکہ تبوک

ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سایے بڑھ گئے تھے۔ ایسے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو لئے غزوۂ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرما دیا کچھ لوگ جو رہ گئے تھے انھیں جو تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں خدا کی راہ کے جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو۔ کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر ریجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو۔ سنو! دنیا کی تو آخرت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلہ میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر آپ نے اس آیت کے اسی جملہ کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گذر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا بس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ پھیر کر رونے لگے اور فرمایا ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی کم ہے۔ افسوس ہم تو دھوکے میں ہی رہے۔

پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔ ایک قبیلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بلوایا

وہ نہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں بھولنا نہیں کہ ہم رسول کے مددگار رہیں اگر تم درست نہ رہے تو خدا تمہیں برباد کر کے اپنے رسول کے ساتھی اوروں کو کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں اللہ میں سب قدرتیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا۔ اور آیت مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ الخ یہ سب آیتیں آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً الخ سے منسوخ ہیں لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ

اگر تم لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا جبکہ دو آدمیوں میں ایک آپ تھے جس وقت کہ

يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ

آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے

لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ③

قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے

اپنے رسول کی مدد کے لئے اس کا خدا کافی ہے

تم اگر میرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ میں خود اس کا ناصر مؤید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کرو ہجرت والے سال جبکہ کافروں نے آپ کے قتل یا قید یا دیس نکالے کی سازش کی تھی اور آپ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق ...... کے ساتھ تن تنہا مکہ شریف سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا۔ تین دن خوف اور ڈر کی حالت میں غارِ حرا میں گذرے لیکن اس وقت یہ خدا ہی کی مدد تھی کہ مشرکین پریشان ہوئے اور مایوس واپس چلے گئے اور آخر کار آپ غار سے باہر آئے اور مدینہ کی راہ لی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحہ بہ لحہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو کوئی ایذا پہنچائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابوبکر ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابو قحافہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں کہا کہ اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود خدا ہے۔ الغرض اس موقعہ پر بھی جناب باری سبحانہٗ وتعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو مطمئن اور سکون کی حالت میں تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا از سر نو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں۔ اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر کو اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے اللہ تعالیٰ نے کلمۂ کفر دبا دیا اور اپنے کلمہ کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے دوسرا حمیت قومی کے لئے تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے راہِ خدا کا مجاہد کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو کلمۂ خدا کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ راہِ خدا کا مجاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادہ کو کوئی بدل سکے۔ کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے۔ اس کے سب اقوال و افعال حکمت و مصلحت، بھلائی اور خوبی سے پُر ہیں۔ تعالیٰ شانہٗ وجل مجدہٗ۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾

نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے ہو اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو (تو دیر مت کرو)۔

جہاد میں شرکت کا حکم

کہتے ہیں کہ سورۂ براۃ میں یہی آیت پہلے اتری ہے اس میں ہے کہ غزوۂ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ ہادیٔ اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کھڑے ہونا چاہئے۔ اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مومنوں کو چلنا چاہئے خواہ جی مانے یا نہ مانے' خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا حضرت ابو طلحہؓ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے اور نصرانیوں سے جہاد کرتے ہی رہے یہاں تک کہ جان آفریں کو جان سونپی رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے تو فرمایا کہ ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو! میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا ابا جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے۔ خلافت فاروقی میں بھی آپ کے جہادی ولولے مشہور ہیں۔ اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی۔ آپ گھر پر آرام کیجئے ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح خدا کو سونپ دی۔ نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا۔ اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ اور یہ بھی بہت سے بزرگوں سے خفافاً وثقالاً کی تفسیر جوان اور بوڑھے منقول ہے۔ الغرض جوان ہوں' بوڑھے ہوں' امیر ہوں' فارغ ہوں' مشغول ہوں' خوش حال ہوں یا تنگ دست ہوں' بھاری ہوں یا ہلکے ہوں' حاجت مند ہوں' کاریگر ہوں' آسانی والے ہوں' سختی والے ہوں' پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں' قوی ہوں یا کمزور جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ خدا میں جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے طور پر امام ابو عمرو اوزاعی کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں اور جب ان بندروں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے' بوجھل' سوار' پیادل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔[لہ]

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت فَلَوْلَا نَفَرَ الخ سے یہ منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

روایت ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری۔ لیکن یہ حکم صحابہؓ پر سخت گذرا۔ پھر جناب باری نے اسے آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ الخ سے منسوخ کر دیا۔ یعنی ضعیفوں' بیماروں' تنگ دست فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر وہ دین خدا اور شرع مصطفےٰ کے حامی اور طرفدار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف وثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دو حالتوں سے سوا نہیں ہوتی۔ حضرت ابو راشد حرانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود سوار سرکار رسالت مآب کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد

لہ کیونکہ اس دوسری صورت میں خطرہ زیادہ ہے اور جب اسلامی اسٹیٹ کو زیادہ خطرہ درپیش ہو تو جہاد ہر ایک پر فرض ہو جاتا ہے ١٢ انظر شاہ کشمیری۔

کو جارہے ہیں تو میں نے کہا اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو! سورۃ البعوث یعنی سورۂ براۃ ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ حضرت حیان بن زید شرعبی کہتے ہیں کہ صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آرہے ہیں۔ ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں میں نے پاس جا کر کہا چچا صاحب آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معذور ہیں یہ سن کر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے بھوئیں ہٹائیں اور فرمایا بھتیجے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے سنو! جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر بعد از ثابت قدمی خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ سنو! خدا کی آزمائش شکر و صبر و ذکر اللہ اور توحید خالص سے ہوتی ہے۔ جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین و زمان اپنی راہ میں اپنے رسول کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دنیوی نفع تو یہ ہے کہ معمولی سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت ملے گی۔ آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہد کو یا شہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔ خود خداوند عالم کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اس سے اعراض کرتے ہو۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری پسند کی چیز فی الواقع تمہارے حق میں [illegible] مضر ہو سنو! تم بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا دانا بینا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا مسلمان ہو جا اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں۔ آپ نے فرمایا گو نہ چاہے (مسند احمد)۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَ

اگر کچھ لگتا ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑤ ع ٦ ١٢

ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ضرور ہم تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ (جھوٹ بول بول کر) اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ

دنیا طلبی

جو لوگ غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے عذر پیش کرنے لگے تھے۔ انھیں اس آیت میں ڈانٹا جارہا ہے کہ دراصل انھیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیے اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان مضمحل کر دیئے۔ اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر خدا کے رسول کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے ہم تو جان و دل سے آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انھوں نے تو اپنے تئیں غارت کر دیا۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو

الْكٰذِبِيْنَ ① لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا

معلوم نہ کر لیتے۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں آپ سے رخصت

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ② اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا

نہ مانگیں گے (بلکہ وہ حکم کے ساتھ دوڑ پڑیں گے) اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ (جہاد میں نہ جانے سے) آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو

ف۵ یہ اعراض محض ان خطرات و توہمات کی بناء پر ہوتا جو ایسی حالت میں عام طور پر پیش آتے ہیں خدانخواستہ جہاد کے حکم کی سرتابی بھی نہیں ہوتی ہوا نظر شاہ +

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴﴾

اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں

بندہ نوازی

سبحان اللہ اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سُنایا جا رہا ہے اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورۂ نور میں سُنا دیا جاتا ہے اور ارشاد عالی ہوتا ہے فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ الخ یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو فبہا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم ہم اس غزوہ میں جائیں گے ہرگز نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انھیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے بنانے والے کھل جاتے' نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی۔ اطاعت گذار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے۔ کیونکہ انھوں نے تو طے کر لیا تھا کہ حضور ہاں کہیں یا نا کہیں ہم تو جہاد میں جاویں گے نہیں اسی لئے جناب باری نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایمان دار لوگ راہِ خدا کے جہاد سے رُکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں وہ تو جہاد کو خوشنودیٔ خدا کا ذریعہ سمجھ کر اپنی جان و مال کے فدا کرنے کے آرزو مند رہتے ہیں اللہ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رُک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں جنھیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک و شبہ میں ہی ہیں یہ حیران و پریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انھیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ اِدھر ہیں نہ اُدھر یہ خدا کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا

اور اگر وہ لوگ (جہاد میں) چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے لیکن (خیر ہوئی) اللہ تعالیٰ نے اُن کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور......

مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے فکر میں

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

دوڑے دوڑے پھرتے اور (اب بھی) تم میں اُن کے کچھ جاسوس موجود ہیں اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھتا ہے

عذرِ گناہ بدتر از گناہ

یہ جو عذر کرتے ہیں ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامانِ سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دنوں کے گذرنے پر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی اِدھر سے اُدھر نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ خدا کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ اور تقدیری طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ سنو! ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجہ کے بزدل' بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ اِدھر کی اُدھر' اُدھر کی اِدھر لگا بجھا کر بات کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمھیں آپس میں ہی الجھا دیتے۔ ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کی شرانگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مؤمنوں کے حق میں نہایت بُرا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے

ف یعنی ان کی تقدیر میں اس جہاد میں شرکت تھی نہیں اور تقدیر پر اصل حاکم خدا تعالیٰ ہی ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری ذرا ذراسی خبریں انھیں پہنچاتے ہیں لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا خدا کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعضے وہ بھی ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن جاسوسی کی کوئی خصوصیت ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے قتادہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحاق رح فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن اُبی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور بھی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ نے انھیں دور ڈالدیا اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کی منہ دیکھی ماننے والے وقت پر ان کے ساتھ ہوکر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جائے اسلامی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتون تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے۔ اسی اپنے علمِ غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمان ان کا نہ نکلنا غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد و فتنہ برپا کرتے ذکرتے نہ کرنے دیتے۔ اسی باعث فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سر سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کے جھوٹے ہی رہیں۔ اور آیت میں ہے کہ اگر علم اللہ میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزوجل ضرور انھیں سُنا دیتا۔ لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سُنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلا وطن ہو جاؤ تو بجز بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے۔ حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انھیں کی جائے یہ اُسے بجالائیں تاکہ اس صورت میں ہم انھیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم دیں اور راہِ مستقیم دکھائیں۔ اور بھی ایسی آیتیں بہت سی ہیں۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ (۶)

انھوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا اور اُس کا آرزویکہ) اللہ کا حکم

اسلام کی سربلندی اور کفر کے قصرِ بے بنیاد میں زلزلہ

اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرمارہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں یہ فتنہ وفساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں مدینہ میں آپ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہوکر مصیبتوں کی بارش آپ پر کردی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافق مدینہ نے بغاوت کردی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں اتار دیں ان کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے ان کے جوش ٹھنڈے کر دیئے بدر کے معرکہ نے ان کے ہوش حواس بھلا دیئے اور ان کے ارمان ذبح کر دیئے رأس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے صاف کہدیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دیکھا جائے گا اور دکھا دیا جائے گا۔ پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے بھنتے رہے آخر حق نے قدم جمالئے اور کلمۂ خدا غالب آگیا اور یہ یوں ہی پیٹ پیٹتے اور ڈنڈے بجاتے رہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ

اور ان (منافقین متخلفین) میں بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دیدیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (۷)

اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی۔

خود فریبی جد بن قیس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال نصرانیوں کے جلا وطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔ تو اس نے کہا

لہ جیسا کہ قوم موسیٰ کو گوسالہ پرستی کی صورت میں حکم کیا گیا تھا کہ مجرمین کو غیر مجرمین قتل کردیں کہ یہی ان کی توبہ ہے ۱۲ انظر شاہ +

یارسول اللہ مجھے تو معاف رکھئے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدائی ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانا بنایا حالانکہ وہ فتنہ میں تو پڑا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے۔ یہ منافق بنو سلمہ قبیلہ کا رئیس اعظم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس قبیلہ کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انھوں نے کہا جد بن قیس جو بڑا ہی بخیل ہے۔ آپ نے فرمایا بخل سے بڑھکر اور کیا بری بیماری ہے بلکہ اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت مو حضرت بشر بن براء بن معرور ہیں۔ جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

اور اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لئے موجب غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو (خوش ہوکر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی لئے) پہلے سے

أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ (۸) قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ

اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کرلیا تھا اور (یہ کہہ) وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے (۱) ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے

اللَّهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (۹)

مقدر فرمایا ہے۔ وہ ہمارا مالک ہے۔ اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں۔

معاندت

ان بد باطن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ یہاں اس کے خلاف ہوا تو لاپ لاپ کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے تو ہم ان سے بچتے رہے' خوشی سے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج راحت اور ہم خود اللہ کی تقدیر اور اس کی منشاء کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے' وہ ہماری پناہ ہے' ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے' بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ

(۲) فرما دیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو۔ اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی

بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ (۱۰) قُلْ أَنْفِقُوا

عذاب واقع کریگا (خواہ) اپنی طرف سے (دنیا یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے سو تم (اپنے طور پر) انتظار کرو (اور) ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں آپ فرما دیجئے کہ تم خوشی

طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (۱۱) وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ

خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) بلاشبہ تم عدول حکمی کرنے والے لوگ ہو۔ اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز

مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ

بجز اس کے مانع نہیں کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز

الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ (۱۲)

نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

نشیب و فراز اور حالات کا الٹ پھیر

مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح

اچھے ہیں اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ ان ہی دو اچھائیوں میں سے ایک کا ہے۔ اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو بُرائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذاب خدا براہ راست تم پر آجائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر خدائی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں، دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے، تمہارے خرچ کرنے کا خدا بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمادے گا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو، تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں۔ نماز کو آتے ہو تو بھی مُردہ دلی سے گرتے پڑتے مرتے بچھڑتے شکست اور کاہل ہو کر دکھاوا کبھی مجمع میں دو چار دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے دل کی تنگی سے، صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ نہیں تھکتا جب تک تم نہ تھک جاؤ اللہ پاک ہے وہ پاک ہی چیز قبول فرماتا ہے، متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم

سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی)

بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٣﴾

ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔

ناقابل اعتبار حالات

ان کے مال و اولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ، ان کی دنیا کی خوش حالی کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوٰۃ نکلے نہ خدا کے نام خیرات ہو۔ قتادہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم مؤخر ہے یعنی تجھے ان کے مال و اولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں خدا کا ارادہ اس سے انہیں اس حیاتِ دنیا میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہ ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا یہی حشمت و وجاہت، مال و دولت جہنم کی آگ بن جائے گا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿١٤﴾

اور یہ (منافق) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں کے نہیں لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈر پوک لوگ ہیں

لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿١٥﴾

ان لوگوں کو اگر کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ مل جاتی تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل دیتے۔

جھوٹی قسمیں

ان کی بزدلی، ان کی غیر مستقل مزاجی، ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آکر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم تمہارے ہیں، ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف و ڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے، اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سُرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ تو سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف اُڑ جائیں۔ تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضروری مجبوری اور خوف کی بنا پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بجھتے چلے جا رہے ہیں مؤمنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ موقعہ مل جائے تو آج بھاگ چھوٹیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَٰتِ ج فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپ پر طعن کرتے ہیں سو اگر ان صدقات میں سے (ان کی خواہش کے موافق) ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں

إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (۱۶) وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۙ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے کہ جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے

سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (۱۴) ع ۱۷ ۱۳

آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے ہم (دل) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں

ناروا الزام

بعض منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگاتے کہ آپ مالِ زکوٰۃ کی صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ۔ اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے اور کچھ نہ تھا انھیں کچھ مل جائے تو راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو ناراض ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ زکوٰۃ جب ادھر اُدھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کوئی بولا کہ یہ عدل نہیں۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک نومسلم صحرائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تو تباہ ہو اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہو گا؟ پھر آپ نے فرمایا اس سے اور اس جیسوں سے بچو میری اُمت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اُترے گا وہ جب نکلیں انھیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں مارو۔ آپ فرماتے ہیں قسم خدا کی نہ میں تمھیں دوں نہ تم سے روکوں۔ میں تو ایک خازن ہوں۔ جنگِ حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویصرہ ہرقوص نامی ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر۔ آپ نے فرمایا اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جا سکتی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلہ میں تم میں ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ تمھیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں الخ پھر ارشاد ہے کہ انھیں رسولؐ کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ نے دلوا دیا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے، صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا۔ ہماری امیدیں ذاتِ الٰہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس اس میں خدا کی تعلیم ہے کہ خدائے تعالیٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر چاہیے، توکل ذاتِ واحد پر رکھے اسی کو کافی و وافی سمجھے رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذاتِ پاک سے رکھے۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سرمو فرق نہ کرے اور خدائے تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انھیں بجا لانے اور جو منع کام ہوں انھیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انھیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں

وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (۱)

اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

مصارفِ صدقات

اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم صدقات میں اعتراض کرتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرما دیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے۔ ہم نے خود اس کی تقسیم کر دی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابوداؤد میں ہے زیاد

ابن حارث صدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکارِ نبوت میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آکر آپ سے سوال کیا کہ مجھے صدقہ میں سے کچھ دلوائیے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کر دی ہے۔ آٹھ مصرف مقرر کر دیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔ امام شافعی رح وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالک رح وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دیدینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے۔ آیت میں بیانِ مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں۔ واللہ اعلم۔ فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے۔ گو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک مسکین فقیر سے بھی بُرے حال والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کماتا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے۔ اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو۔ لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو۔ اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ قتادہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو۔ اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقراء ہیں۔ سفیان ثوری کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ کہتے ہیں مسلمان فقراء کو مساکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔

اب وہ حدیثیں سُنئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں۔ فقراء۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقہ مالدار پر اور تندرست و توانا پر حلال نہیں۔ دو شخصوں نے آپ سے صدقہ کا مال مانگا آپ نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں عقلمند اقوی تندرست دیکھکر فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں دیدوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقتور کمائو شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ مساکین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ دو لقمے ایک کھجور دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ پھر مساکین کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھکر پہچان لے اور کچھ دیدے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے۔ صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیلدار ہیں انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے اس عہدے پر نہیں آسکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ وصول کرنے کا عامل بنا دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ محمد اور آلِ محمد پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔ جن کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کچھ دیا جاتا ہے ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو غنیمتِ حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں آپ کے ساتھ نکلا تھا اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ کا میں ہی تھا۔ بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک کو دیتا ہوں دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضہ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے صرف چار شخصوں میں تقسیم فرمایا۔ اقرع بن حابس عیینہ بن بدر علقمہ بن علاثہ اور زید خیر اور فرمایا میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔ بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کر لیں۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام و فروع کی کتابیں ہیں۔ تفسیر میں ان مضامین کو مفصّل بیان نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم۔ حضرت عمر رضہ اور عامر شعبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ف ابن کثیر نے یہ صورتیں "تالیف قلوب" کی شمار کرائی ہیں۔ شریعت میں اس کو "تالیف قلب کا مصرف" کہا جاتا ہے اسلام کی طرف متوجہ کرنے یا اسلام قائم رکھنے کے لئے کسی کے ساتھ مالی امداد و تعاون غلط نہیں بالکل صحیح ہے اور موجودہ دور میں تالیف قلب کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۶۸)

وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دیدی ہے مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگانِ خدا ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مولفۃ قلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں۔ آزادی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنھوں نے رقم مقرر کرکے اپنے مالکوں سے اپنی آزادی کی شرط کرلی ہے انھیں مالِ زکوٰۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کرکے آزاد ہو جائیں۔ اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط لکھوائی ہو اُسے بھی مالِ زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے۔ حدیثوں میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ فرمایا ہے کہ آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرم گاہ کے بدلے شرم گاہ بھی۔ اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے تمھیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ کے ذمہ حق ہے۔ وہ غازی جو راہِ خدا میں جہاد کرتا ہو، وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو، وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دُور کر دے۔ آپ نے فرمایا نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔ اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے۔ قرض دار ان کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال ڈوب جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے بُرائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے پس انھیں مالِ زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل قبیصہ بن مخارق ہلالی کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم ٹھیرو ہمارے پاس مالِ صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمھیں دیں گے پھر فرمایا قبیصہ سُن تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو ضامن اس سے رقم کے پورا ہونے تک اُسے سوال جائز ہے۔ پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اُسے بھی سوال کرنا درست ہے۔ یہاں تک کہ فارغ البال ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گذرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گذرنے لگے ہیں اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تا وقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامانِ زندگی مہیا ہو جائے۔ ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانۂ نبوی میں ایک باغ خریدا۔ قدرتِ خدا سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرضدار ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمھیں جو ملے لے لو اس کے سوا تمھارے لئے اور کچھ نہیں (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ ایک قرضدار سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دریافت کرے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کردی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے وہ جواب دیگا

(بقیہ حاشیہ صـ۶۷) اس مصرف پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ آج دنیا غلط مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مال و دولت بے دریغ انداز میں لٹاتی ہے۔ یہ الکشن اور اس پر ہوش ربا اخراجات اور اسی طرح کے اور مذموم مصارف عیسائی مشنریاں نہ صرف کروڑوں اور اربوں روپیہ عیسائیت کی تبلیغ میں صرف کر رہی ہیں بلکہ عیسائیت کی نشر و اشاعت کے لئے نوجوان دوشیزاؤں کی بھی بے تکلف بھینٹ چڑھانے سے گریز نہیں۔ کمیونزم کی اشاعت پر غریبوں کا سب سے بڑا مددگار "روس" لاکھوں روپیہ صرف کرتا ہے اور سرمایہ دار ممالک اس کی تردید میں کیا کچھ خرچ کرتے ہیں غرضیکہ مذہب سے لیکر سیاست تک اور اجتماعی زندگی سے انفرادی تعیش تک ہونے سے برے مقصد پر دولت پانی کی طرح بہائی جا رہی ہے۔ پھر اگر اسلام جو "دین فطرت" ہے جس سے بڑھکر دنیا میں اور کوئی "سچائی" نہیں اس کی اشاعت پر تھوڑا بہت اور وہ بھی نہایت محتاط طور پر خرچ کر دیا جائے تو کیا گناہ ہے؟ حیرت ہے کہ "عیسائیت" "صیہونیت" جس نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے جبر و قہر کی کوئی سنت نہیں چھوڑی اور اوچھے ہتھیار استعمال کرنے میں کبھی کوئی پرہیز نہیں کیا وہ "اسلام" کے اس شعبہ پر کس منھ سے اعتراض کرتے ہیں؟ ۱۲ انظر شاہ کشمیری ۞

کہ خدایا تجھے خوب علم ہے۔ میں نے نہ اس رقم کو کھایا نہ پیا نہ اُڑایا بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہوگئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آگئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے اپنے فضل و رحمت سے جنّت میں لے جائے گا (مسند احمد) راہِ خدا میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی راہِ خدا میں داخل ہے۔

مسافر۔ جو سفر میں بے سروسامان رہ گیا ہو اُسے بھی مالِ زکوٰۃ سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے۔ گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو۔ یہی حکم ان کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اُسے بھی سفر خرچ مالِ زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اُسے آمد و رفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو دوسرا وہ جو مالِ زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے۔ تیسرا قرضدار چوتھا راہِ خدا کا غازی مجاہد۔ پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفہ کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اُسے ملی ہو دے۔ اور روایت میں ہے زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفہ ہدیہ کے دے یا اپنے ہاں بلالے۔ زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ کی تقدیر اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے' وہ اپنے قول و فعل شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ

ان (منافقین) میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دیکر سن لیتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ وہ نبی کان دیکر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہی خیر ہے

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مؤمنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ اُن لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں جو تم میں ایمان کا اظہار

مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۲)

کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ایذائیں پہنچاتے اُن لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔

ایذا رسانی

منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دُکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سُنا مان لیا۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کرلے گا اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا' اچھی سننے والا ہے' وہ صادق و کاذب کو خوب جانتا ہے وہ اللہ باتیں مانتا ہے اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے' وہ مؤمنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے خدا کی حجت ہے' رسول کے ستانے والوں کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں (جیسے ہم جان محفوظ ہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو

يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (۳)

انکو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کریگا (جیسا یہ لوگ کر رہے ہیں) تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیگا (اور)

ایک ہی کو راضی کرو

واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انھیں نہ مانتے۔ یہ بات ایک سچے

مسلمان صحابی نے سُن لی اور اس نے کہا واللہ حضور کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی میں کوئی شک نہیں۔ جب یہ
صحابی دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا آپ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے
تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت
شریف نازل ہوئی۔ کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ خدا اور رسول کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت و رسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے
بڑھکر شومی طالع اس سے زیادہ رسوائی اس سے بڑھکر شقاوت اور کیا ہو گی۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ

منافق لوگ (طبعاً) اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت (مثلاً آیۃ) نازل نہ ہوجائے جو ان کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر

قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۵﴾

اطلاع دیدے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو۔ بیشک اللہ تو اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس (کے اظہار) سے تم اندیشہ کرتے ہو

منافقین کی آپس میں باتیں

آپس میں بیٹھ کر باتیں تو کر لیتے لیکن پھر خوف زدہ رہتے کہ کہیں خدا کی طرف سے مسلمانوں کو
بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ دعائیں دیتے ہیں
جو اللہ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں کرتا۔ ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین
جگہ ہے۔ یہاں فرماتا ہے دینی باتوں میں مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑا لو۔ اللہ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یاد رکھو ایک
دن رسوا اور فضیحت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی۔ ہم تو انھیں اس قدر
فضیحت کریں گے۔ اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب و لہجہ سے ہی انھیں پہچان لے آخر اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ
ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

اور اگر آپ اُن سے پوچھئے تو کہدیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ (اُن سے) کہد یجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ

وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ

اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے۔ تم اب (یہ بیہودہ) عذر مت کرو تم تو اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر

نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۷﴾ ع

ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو (ضرور ہی) سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں) مجرم تھے۔

کتنی بڑی جرارت

ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے بودے اور بزدل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یوں ہی وقت گذاری کے لئے ہنس
بول رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں تمھاری ہنسی کے لئے اللہ رسول اور قرآن ہی رہ گیا ہے یاد رکھو اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی
کریں گے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے۔ یہ منافق آپ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا
ساتھ ساتھ جا رہا تھا آپ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے۔ جس مسلمان نے اس کا یہ قول سُنا تھا اُس نے اُسی وقت اُسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا
ہے تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگِ تبوک کے موقعہ کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخشی بن حمیر وغیرہ تھے یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں

کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پہنچنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے اس پر ان کے دوسرے سردار مخشی نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا، کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے۔ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمارؓ نے جا کر ان سے یہ کہا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی۔ ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخشی بن حمیر نے کہا یا رسول اللہ آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمائیے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی اس لئے معاف کیا جائے۔ پس اس سے جناب باری نے درگذر فرما لیا اور اس آیت میں اسی سے درگذر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبدالرحمٰن نام رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا مجھے اپنی راہ میں شہید کر تاکہ یہ دھبہ دھل جائے۔ چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں۔ اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات فتح کریں۔ بھلا اس عقلمندی اور دوربینی کو تو دیکھئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل کر رہے تھے۔ ہاں ان میں سے ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہو گا یہ کہا کرتا تھا کہ خدایا میں تیرے پاک کلام کی ایک آیت جب بھی سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کانپ اٹھتا ہے۔ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر۔ اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے۔ یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ جناب باری کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گو زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ رسول اور قرآن کا مذاق بنایا۔ ہم اگر کسی سے درگذر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہو گا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس مقابر کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات (یعنی کفر و مخالفت اسلام) کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات (یعنی ایمان و اتباع نبوی)

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی

الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ

سرکش ہیں اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور (علانیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لئے (سزا) کافی ہے اور اللہ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو عذاب دائمی ہو گا۔

منافق ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

منافقوں کی خصلتیں مومنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مومن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں۔ مومن سخی ہوتے ہیں، منافق بخیل ہوتے ہیں، مومن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں، منافق کو خدا کا خیال بھی نہیں آتا۔ اسی کے بدلے اللہ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں۔

گمراہی کی...... بھول بھلیاں میں پھنس گئے ہیں۔ ان منافقوں اور کافروں کی ان بداعمالیوں کی سزا ان کے لئے خدائے تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے وہاں کا عذاب انہیں کافی ہوگا انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کیلئے اس نے دائمی عذاب رکھے ہیں۔

كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ

(اے منافقو) تمہاری عادت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت اموال و اولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ

فَاسْتَمْتَعْتُم بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُم بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ

سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصہ سے فائدہ حاصل کیا تھا اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی

كَالَّذِي خَاضُوا ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۳﴾

گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت میں ضائع گئے اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں۔

ان کے اعمال برباد ہو گئے

ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچے۔ خلاق سے مراد یہاں دین ہے۔ جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل کے ساتھ ملوث تھے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سودمند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا ابن عباس فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آگئی میرا تو خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ جانور کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی اس میں گھسو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی ہو بہو تابعداری کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ کی کون لوگ ہیں۔ کیا اہل کتاب؟ آپ نے فرمایا اور کون۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو كَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ الخ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ نے فرمایا اور لوگ ہیں ہی کون۔ اس حدیث کے شاہد صحیح حدیثوں میں بھی ہیں۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَ

کیا ان لوگوں کو (ان کے عذاب و ہلاک کی) خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور

قَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم

قوم ابراہیم کے اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لیکر آئے (لیکن نہ ماننے سے

بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴﴾

برباد ہوئے) سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

نافرمان قوموں کا انجام انہیں معلوم ہے

ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو۔ دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو۔ عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو۔ ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور خدا کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگر دوز

کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو۔ ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا، نمرود بن کنعان ابن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے۔ قوم شعیب ان ہی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی۔ جو مدین کی رہنے والی تھی۔ قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ نے انھیں بھی اپنے نبی لوط کے نہ ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا۔ ان کے پاس ہمارے رسول، ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انھوں نے ایک مان کر نہ دی۔ بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو حق واضح کر دیا، کتاب اتار دی، رسول بھیج دیئے، حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلہ پر آمادہ ہوئے، کتاب خدا کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی۔ پس لعنت خدا اتری اور انھیں خاک سیاہ کر گئی۔

ربع

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَ

بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا

رَسُولَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۵﴾

کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے حکمت والا ہے۔

مسلمان خدا کی رحمت و شفقت کے مستحق

منافقوں کی بُری خصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفات بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔ آپ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا اور صحیح حدیث میں ہے کہ مومن اپنی دوستیوں اور میل جول میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ ایک حصہ کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بیداری میں مبتلا ہو جاتا ہے یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے۔ سب کو بھلائیاں سکھاتے ہیں، اچھی باتیں بتلاتے ہیں، بُرے کاموں سے، بُری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں، حکم خدا بھی یہی ہے۔ فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے، برائیوں سے منع کرے الخ۔ یہ نمازی ہوتے ہیں، ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تاکہ ایک طرف اللہ کی عبادت ہو۔ دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو، اللہ رسول کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجا لائے جس سے روکا رک گئے۔ یہی لوگ ہیں جو رحم خداوندی کے مستحق ہیں۔ یہی صفات ہیں جن سے خدا کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔ اللہ عزیز ہے وہ اپنے فرماں برداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انھیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایمان دار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں اس کی حکمت کی تہ کو کون پہنچ سکتا ہے جو چاہے کرے وہ برکتوں والا اور بلندیوں والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً

۹ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا

ع ۶ فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶﴾

۱۵ جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

مسلمانوں سے خدا کا وعدہ

مؤمنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انھیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والے باغات اور جنتیں جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند و بالا خوبصورت مزین صاف ستھرے آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی اور کل چیزیں بھی ان میں اور دیدار خداوندی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل و علا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا مؤمن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔ آپ کا فرمان ہے کہ جو اللہ رسول پر ایمان لائے' نماز قائم رکھے' رمضان کے روزے رکھے اللہ پر حق ہے کہ اُسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں؟ آپ نے فرمایا جنت میں ایک سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنائے ہیں۔ ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو۔ وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے۔ جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے فرماتے ہیں اہل جنت جنتی بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے۔ یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم کی۔ آپ فرماتے ہیں جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مؤذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق خدا میں ایک ہی شخص کو ملے گی مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت کی جائے گی جو شخص میرے لئے خدا سے اس وسیلہ کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروزِ قیامت حلال ہو گئی فرماتے ہیں میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔ صحابہ رضی نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہمیں جنت کی باتیں سنائیے اس کی بنا کس چیز سے ہے۔ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں سے اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے۔ ایک اعرابی نے پوچھا حضور یہ بالاخانے کن کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو اچھا کلام کرے' کھانا کھلائے' روزے رکھے اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔ فرماتے ہیں کوئی ہے جو جنت کا مشتاق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو۔ واللہ جنت کی کوئی چو دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعۂ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میووں کے گچھے ہیں اور خوش جمال' خوبصورت' پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں مقام ہے ہمیشگی کا گھر ہے سلامتی کے میوے ہیں اور ہرے بھرے سبزہ ہے پھیلا ہوا کشادگی اور راحت ہے امن اور چین ہے' نعمت اور رحمت ہے' عالی شان خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں۔ یہ سُن کر لوگ بول اٹھے کہ حضور ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ کہو۔ پس لوگوں نے انشاء اللہ کہا۔

پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بہتر نعمت اللہ کی رضامندی ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل جنتیوں کو

پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک ربنا وسعدیک والخیر فی یدیک۔ پوچھے گا کہو تم خوش ہو گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے تو نے اے پروردگار ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں وہ کہیں گے خدایا اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو! میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی۔ آج کے بعد میں کبھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا کچھ اور چاہتے تو دوں؟ وہ کہیں گے خدایا جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ فرمائے گا وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔ امام حافظ ضیا مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَ

اے نبی کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور

بِئْسَ الْمَصِيرُ ① يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ

وہ بری جگہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی تھی اور (وہ بات کہکر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی)

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ

اور انھوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ انھوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اسکے رسول نے رزق خداوندی سے مالدار کر دیا سو اگر

يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا

(اس کے بعد بھی) توبہ کریں تو اُن کے لئے (دونوں جہان میں) بہتر ہوگا اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا اور آخرت میں

وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ②

دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار

کافر اور منافق جہنم میں جائیں گے

کافروں، منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا۔ مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا۔ کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی۔ پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں فرماتا ہے۔ فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ۔ حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو۔ دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ الخ یعنی جو اللہ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے خدا و رسول کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کر لیں۔ تیسری تلوار منافقین میں۔ ارشاد ہوتا ہے جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ۔ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں فرمان ہے فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ۔ باغیوں سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ خدا کے حکم کے سامنے جھک نہ جائیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ امام ابن جریر رح کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رض فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔ ابن عباس رض فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ مجاہد رح کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑیگی ورنہ جب تک ہو سکے زبان سے کام لیا جائے۔ جیسا موقعہ ہو اس کے مطابق اپنا طرز عمل اختیار کرے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں۔ کہ

انھوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔ حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہری اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں۔ یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اُتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہوگئی۔ جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پہ اُبھارا اور کہنے لگا واللہ ہماری اور اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تو وہی مثال ہے کہ "اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے" واللہ اگر ہم اب کی مرتبہ مدینہ واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ نے ..... بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرّہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج و صدمہ ہو رہا تھا اس کی خبر حضرت زید بن ارقم رض کو پہنچی تو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے۔ آپ دعا کرتے تھے کہ خدایا انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخشدے۔ نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کے لئے نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انس رض نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی زید وہ ہیں جن کے کانوں کی سُنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود خدائے علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے پھر تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زید رض نے کہا واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے اور بیشک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کی۔ لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری اور حضرت زید کی سچائی بیان فرمائی لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہوگیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری شریف میں ہے لیکن اس جملہ تک کہ زید وہ ہیں جن کے کانوں کی سُنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود خدائے علیم نے دی۔ ممکن ہے کہ بعد کا حصّہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو۔ اسی کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصّہ ابن شہاب کے قول سے مروی ہے واللہ اعلم۔ مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تبوک کی واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق مؤخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھے ان میں جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سُن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پہ اپنی تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات مُنہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اُسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر حضور ہوئے اور ساری بات آپ کو کہہ سُنائی جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اس پر یہ آیت اتری۔

مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور دل سے ایمان لائے۔ ممکن ہے کہ جلاس کے تائب ہونے کا خیال خود امام محمد بن اسحٰق کا ہو اور حضرت کعب سے اس سلسلہ میں کوئی تصریح منقول نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا سے آرہے تھے دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادہ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا میں تیری اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کروں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آجائے یا اس گناہ میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا اور تمام بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اپنے اس سلسلے میں خطرات کے سُنائی۔ ابن جریر میں ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک

سائے دار درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ابھی تمھارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمھیں شیطان دیکھے گا۔ خبردار تم اس سے کلام نہ کرنا اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا آپ نے اس سے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہیں؟ وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے درگذر فرمالیا پھر یہ آیت اُتری۔ اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کہدی تھی قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنا دیں گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں یہ بھی مروی ہے کہ دس سے زیادہ آدمیوں نے غزوۂ تبوک میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں میں اور حضرت عمار رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا نکیل تھامتا تھا ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منھ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں للکارا اور وہ دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ہم سے فرمایا تم نے انھیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں آپ نے فرمایا یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا۔ جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا اللہ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے ہم نے کہا حضور ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا دیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اُڑا دیں آپ نے فرمایا نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے اُن پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپ نے ان کے لئے بد دعا کی کہ خدایا ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔ اور روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا دیا کہ میں عقبہ کے راستے سے جاؤں گا۔ اس راہ کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ رضؓ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمار رضؓ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آ گئی حضرت عمار رضؓ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کی سواری کو نیچے کی طرف چلانے لگے۔ جب نشیبی علاقہ آ گیا تو آپ سواری سے اتر گئے اتنے میں عمار رضؓ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی؟ حضرت عمار رضؓ نے کہا مُنھ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ارادہ تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں۔ ایک شخص سے حضرت عمار رضؓ نے ان کی تعداد دریافت کی۔ تو اس نے کہا چودہ۔ آپ نے فرمایا اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے انھوں نے کہا واللہ ہم نے نہ تو منادی کی ندا سُنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بُرے ارادہ کا علم تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ رسول سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ امام محمد بن اسحاق نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں۔ واللہ اعلم۔

صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمار رضؓ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلا دو اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے ان میں سے بارہ تو دشمن خدا اور رسول ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی ندا سُنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادہ کا علم۔ اس لئے معذور رکھا گیا۔ گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا۔ آپ نے فرما دیا تھا کہ مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ آپ کا فرمان ہے کہ میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے مونڈھوں پر تو آتشی پھوڑا ہوگا۔

جو سینے تک پہنچ گا اور انھیں ہلاک کر دے گا۔ اسی باعث حضرت حذیفہ رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدار کہا جاتا تھا۔ آپ نے صرف ان ہی کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ واللہ اعلم۔

طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں۔ معتب بن قشیر، ودیعہ بن ثابت، جد بن عبداللہ بن نبیل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلہ کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس بن قیظی اور حارث بن سوید اور سفیہ بن دراہ اور قیس بن فہر اور سوید اور داعس قبیلہ بنو حبلی کے اور قیس بن عمرو بن سہل اور زید بن لصیت اور سلالہ بن ہمام یہ دونوں قبیلہ بنو قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انھوں نے اسی بات کا بدلہ لیا ہے کہ انھیں اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں مالدار بنایا۔ اگر ان پر خدا کا پورا فضل ہو جاتا تو انھیں ہدایت بھی نصیب ہو جاتی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ کیا میں نے تمھیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا کہ پھر اللہ نے میری وجہ سے تمھاری رہبری کی تم متفرق تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ نے میرے سبب سے تمھیں غنی اور مالدار کر دیا۔ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار رضی اللہ عنہم فرماتے جاتے تھے کہ بیشک اللہ کا اور اس کے رسول کا اس سے زیادہ احسان ہے۔

الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ بے قصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے۔ جیسے سورۂ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف اُن کے ایمان کے باعث تھا۔ حدیث میں ہے کہ ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ نے اسے غنی کر دیا۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کاربند رہے تو انھیں دنیا میں بھی سخت سزا ہو گی قتل سے بھی اور صدمہ و غم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل رسوا کن اور ناقابل برداشت عذاب سے بھی دنیا میں کوئی نہ ہو گا جو ان کی طرفداری کرے، ان کی مدد کرے ان کے کام آئے ان سے عذاب ہٹائے یا نفع پہنچائے بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ

اور ان (منافقین) میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرما دے تو ہم خوب خیرات کریں

وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

اور ہم (اس کے ذریعہ سے) خوب نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا) دے دیا

بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

تو وہ اس میں بخل کرنے لگے (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے) روگردانی کرنے لگے۔ اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے انکی سزا میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ

ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کر دیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہے گا اس سبب سے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا

وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی سے) جھوٹ بولتے تھے۔ کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور

سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں

منافق اپنے وعدہ سے پھر گئے

بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر سب مجھے

اللہ تعالیٰ مالدار کر دے میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں لیکن جب اللہ نے اُسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا۔ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ بھی درخواست کی تو آپ نے پھر سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں رکھتا۔؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب دادِ سخاوت دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہوگیا۔ یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں جانوروں میں اور برکت ہوئی انسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں۔ مال اور بڑھتا گیا شدہ شدہ جمعہ کا آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ نے اظہارِ افسوس کیا ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقہ کے احکام بھی بیان ہوئے۔

آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا انھیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور بنی سلیم کے فلاں شخص سے صدقہ لے آؤ۔ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے، فرمان پیغمبر دکھایا، صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہے۔ اچھا اب تو جاؤ لوٹتے ہوئے آنا۔

دوسرا شخص سلمی تھا اُسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انھیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انھوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب۔ اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انھیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انھوں نے لے لئے۔ اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمھیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر کہنے لگا بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے۔ کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔

یہ واپس چلے گئے انھیں دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ پر اظہارِ افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انھوں نے بھی ثعلبہ کا اور سلمی کا دونوں کا واقعہ کہہ سنایا۔

پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر کہا اور آیت بھی پڑھ کر سنائی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور خواہش کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ نے فرمایا یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے میں نے تو تجھ سے کہا تھا لیکن تو نہ مانا یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہیں فرمائی۔

پھر خلافتِ صدیقی میں آیا اور کہنے لگا کہ میری جو عزت حضور کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیوں کرنے لگا؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔
جب آپ کا بھی انتقال ہوگیا اور امیرالمؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے۔ تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیرالمؤمنین! آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔
امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا خلیفۂ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔
پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اور آپ کے دونوں خلیفاؤں نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔ اسی اثناء میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔
الغرض پہلے تو وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر۔ لیکن بعد میں بجائے سخاوت کے اور بخل ہوگیا۔ اور وعدہ شکنی کی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو اس وقت سے اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا۔

منافق کی تین علامتیں

حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے۔ (۳) جب امانت سونپی جائے خیانت کرے۔
کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ چھپے کھلے کا، دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ یہ خالی زبانی بکواس ہے کہ اگر مالدار ہوگئے تو یوں خیراتیں کریں گے، شکر گذاری کریں گے، نیکیاں کریں گے۔ لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا خدا خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہو جائیں گے اور دولت پاکر سرمستیاں، ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر باطن سب اس پر روشن ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ

یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ

اور (خصوصاً) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز مزدوری (کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا یعنی اُن سے تمسخر

مِنْهُمْ ۭ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو اس تمسخر کا تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا کہ) ان کے لئے دردناک (آخرت میں)

اَلِيْمٌ ⑦

سزا ہوگی

منافقوں کی ہرزہ سرائی

یہ بھی منافقوں کی ایک بدخصلت ہے کہ ان کی زبان سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل، یہ عیب جو، بدگو لوگ برے ہیں اگر کوئی شخص بڑی رقم للہ دے تو یہ اُسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں۔ لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی خدا بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہ رضؓ اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی اُسے تو اُن منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا اور ایک صاحب بے چارے مسکین آدمی تھے صرف ایک صاع اناج لائے تھے۔ انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی خدا کو کیا ضرورت تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن خدا کے سامنے گواہی دوں گا اس وقت ایک صحابی نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا۔ اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کے نام پر خیرات ہے آپؐ نے فرمایا بہت اچھا۔ اس نے کہا لیجئے سنبھال لیجئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے آپؐ نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس تین مرتبہ یہی فرمایا پھر فرمایا مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے اور لپیں بھر بھر کر آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا انہوں نے فلاح پائی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے ہوں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے منافقوں نے ایک کو ریاکار بتلایا! دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا، ایک مرتبہ آپؐ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا آپ نے اُسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ خدا اور رسولؐ کو اس سے بے نیازی ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے میں سب کو صدقہ کرتا ہوں حضرت عمر رضؓ نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں فرمایا پھر کیا کر رہا ہے آپ نے فرمایا سنو! میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں خدا کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا۔ منافق ان پر فقرے چست کرنے لگے کہ بھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دیدی، پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا، بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو وسق کھجوریں دی تھیں لیکن منافقوں نے اُسے ریاکاری پر محمول کیا تھا، اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل تھے یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے مذاق بنایا۔ اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے، دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دیدیں، یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے، ان کا نام حباب تھا، اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ثعلبہ تھا، پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں خدا نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا، ان منافقوں کے لئے اُخروی المناک عذاب ہیں، اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی بُرا بدلہ ہے:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ

ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر، اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی

يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ

اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٨٠﴾ ع ١٦

ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

آپ کا استغفار منافقوں کے حق میں مفید نہیں

فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کرے ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو خدا انہیں نہیں بخشے گا۔ جو ستر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو، بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ خدا انہیں بخشدے، پس خدائے تعالیٰ نے اور آیت میں فرما دیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے، عبداللہ بن اُبی منافق کا بیٹا حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری تمنا ہے کہ آپ اس کے پاس تشریف لے چلیں، اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا حباب آپ نے فرمایا تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام ہے اب آپ ان کے ساتھ ہوئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینے والا پہنایا اسکے جنازے کی نماز پڑھائی آپ سے کہا بھی گیا کہ آپ اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے بھی نہ بخشنے کو فرمایا ہے تو میں ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا[1]

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ راہ خدا میں اپنے مال اور

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ

اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا

تو کہدے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے، کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے، پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہیئے

وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾

اور وہ بہت زیادہ روئیں، بدلہ میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے

جہنم کی لپٹ

جو لوگ غزوۂ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں ہی بیٹھے پڑے رہے تھے جنہیں راہ خدا میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لُو چل رہی ہے، پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بدکرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے

[1] آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اصرار محض آپ کی شفقت کی وجہ سے تھا، معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے کسی حکم کے سامنے تمرد اور بے راہ روی کا مظاہرہ نہیں تھا۔

اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا سترواں حصہ ہے جیسے کہ صحیحین کی حدیث میں ہے، اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزا میں سے ایک جزء ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکائی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال دھونکائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے ایک بار آپ نے آیت وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کی تلاوت کی اور فرمایا ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑ گئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکے جانے سے سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے، ابو یعلیٰ کی ایک غریب روایت میں ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آکر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں اور حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کی تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپری اس طرح جوش کھائے گی جیسے کہ ہانڈی اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے اور آیت میں ہے ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے اور جب وہ وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم اور اور بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں، اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے، تو یقیناً یہ باوجود موسمی گرمی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنی جان و مال کو راہ خدا میں فدا کرنے پر تل جاتے، عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گذار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ خدا کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے، اب اللہ تبارک وتعالیٰ ان بدباطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں، لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور[۱] رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑجائیں گے آخر آنسو ختم ہوجائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا اس وقت دوزخ کے دارو غے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت رحم کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے، اب یہ چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ہو رشتے کنبے کے ہو سنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں ڈالدو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سخت عذابوں میں پڑے رہو اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہوجائیں گے۔

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ خدا کی ہیبت، گرفت، بطش اور عذاب جہنم کے تصور سے روؤ اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والوں جیسی صورت ہی بنالو کہ خدا کے یہاں صورت سے بھی کام چل جاتا ہے ۱۲۔

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلۡ لَّنۡ

پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو تو کہدے کہ تم

تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا‌ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ

میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو، تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو

بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ﴿۸۳﴾

پسند کیا تھا پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو

کامل مقاطعہ

ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزدے میں ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور سزا تو صاف کہدینا کہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری رفاقت میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہو، تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل آیت وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ الخ کے ہے بدی کا بُرا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے، عمرۂ حدیبیہ کے وقت قرآن نے فرمایا تھا سَيَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انْطَلَقۡتُمۡ اِلٰى مَغَانِمَ الخ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے جب تم غنیمتیں لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہولیں آخر یہاں فرمایا کہ ان سے کہدینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ‌ؕ

ان میں سے کوئی مرجائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا،

اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۸۵﴾

یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے

منافق کی نماز جنازہ

حکم ہوتا ہے کہ اے نبی تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ، ان میں سے کوئی مرجائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو، اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمائیے آپ نے دیدیا۔ پھر کہا کہ آپ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھائیے، آپ نے یہ درخواست بھی منظور فرمائی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضورؐ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریگا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا حضرت عمرؓ فرمانے لگے یا رسول اللہ یہ منافق تھا لیکن تاہم حضورؐ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس پر یہ آیت اتری، اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہؓ بھی آپ کی اقتدا میں

تھے اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف سے نکل کر آپ کے سامنے آ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ اس دشمن خدا عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں کہا، اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا عمرؓ مجھے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرونگا، چنانچہ آپ نے نماز بھی پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی گئے دفن میں بھی موجود رہے، اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ خدا اور رسول خدا خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی، کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں، اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اس کی قبر پہ آ کر دعا کی، اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی جب آپ تشریف لائے تو گ‌ے قبر میں اتار دیا تھا آپؐ نے فرمایا اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ نے اُس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا، اور روایت میں ہے کہ وہ خود یہ وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھائیں اس کے لڑکے نے آ کر حضورؐ کو اس کی آرزو اور اس آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی، اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اُسے آپ کے پیراہن میں کفنایا جائے، آپ اُس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر آتے، اور روایت میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی، لیکن یہ روایت ضعیف ہے، اور روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضورؐ کو بلایا آپ تشریف لے گئے، اور جا کر فرمایا کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا اس نے کہا یا رسول اللہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعا، استغفار کریں، میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیرہن میں کفنائیں الخ بعض سلف سے روایت ہے کہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس رضؓ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتا لیا وہ ٹھیک آگیا یہ بھی لمبا تڑنگا چوڑی چکلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا، اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپؐ نے پڑھی، نہ کسی کے لئے استغفار کیا، مسند احمد میں ہے کہ جب آپؐ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو تو آپؐ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے، حضرت عمرؓ کا طریقہ آپؐ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپؓ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہ رضؓ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں رازدار رسولؐ کہا جاتا تھا، بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمرؓ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چٹکی لے کر انہیں روک دیا، جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے، ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل اجر و ثواب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں جو جنازے میں شرکت کرے، نماز پڑھے اُسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اُسے دو قیراط ملتے ہیں، پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے، فرمایا سب سے چھوٹا قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو اس

لہ بعض علماء کا خیال ہے کہ منافق کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا اس کی اہانت ہے اور دوسروں کے لئے سرمایہ عبرت کہ اُس نے نفاق اختیار کیا تو سزا کے طور پر اُس کی نماز جنازہ میں بھی مسلمان شرکت نہیں کرتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نفاق باقی نہیں رہا اس لئے اب نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنے کا حکم بھی ختم ہو گیا ۱۲ محشی ۔

کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال وجواب ہو رہا ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

اوران کے مال واولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر، اللہ چاہتا یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔

اسی مضمون کی آیۂ کریمہ گذر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمداللہ لکھدی گئی ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

وَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٨٦﴾ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾

جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آکر یہ کہکر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اوران کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے،

حیلہ سازیاں

ان لوگوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو وسعت طاقت قوت ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں نکلتے جی چراتے ہیں اور حکم خدا سُن کر پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اپنے رُکنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہوگئے لشکر چلے گئے یہ نامرد عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے، بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے، یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں، چنانچہ دوسری جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو، اور جہاں وہ موقع گذر گیا تو چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے لگ جاتے ہیں۔ امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے تئیں چھپاتے پھرتے ہیں ایمان دار تو سورت اترنے اور خدا کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دل والے جہاں سورت اتری اور جہاد کا حکم سنا کہ آنکھیں بند کرلیں، ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے، اگر یہ اطاعت گذار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے اور یہ خدا کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں:

لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨٨﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

لیکن خود رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں اور یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنیوالے ہیں انہی کے لئے اللہ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے

مومنوں کا امتیاز

منافقوں کی مذمت ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مومنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے کہ مومن جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں یہ جان و مال راہ خدا میں فدا کرنے رہتے ہیں، انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں یہی فلاح پانیوالے لوگ ہیں، انہی کیلئے جنت الفردوس ہے اور انہی کیلئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنیوالے یہی کامیابی کو پہنچنے والے ہیں

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ

بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دیدی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے خدا سے اور اسکے

رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

رسول سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں، اب تو ان میں جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی،

مجبوریاں

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے ارد گرد کے یہ لوگ آکر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول ؐ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں، یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہل عذر لوگ، یہی معنے زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنے رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور سے رک رہنے کی اجازت چاہی، بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے لیکن پہلا قول صحیح ہے اور وہی زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم، اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی، دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے ؛

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ

ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس

اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾

کے رسول کی خیر خواہی کرتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں، اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ

ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کیلئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ

اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ

رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں، بیشک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہی پر جو باوجود

وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

دولتمند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں

ان پر جہاد فرض نہیں

اس آیت میں ان شرعی مجبوریوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر مواخذہ نہیں پس ان اسباب میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھاپن یا لنگڑاپن کوئی لولا لنگڑا اپاہج بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو، دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں یعنی اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامان سفر سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ ہیں یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں، لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیئے مسلمانوں کے دین خدا کے خیر خواہ بنے رہیں اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں، ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں، اللہ بخشنے والا مہربان ہے، حواریوں نے حضرت عیسیٰ نبی اللہ سے پوچھا کہ ہمیں بتلایئے خدا کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو اللہ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آجائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نماز استسقاء کے لئے میدان میں نکلے ان میں حضرت بلال بن سعد بھی تھے آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب خدا کے گنہگار بندے ہو سب نے پورا اقرار کیا، اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سُنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں، ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما ہم پر رحم فرما، ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا اب آپ نے ہاتھ اُٹھائے اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضورؐ کا کاتب وحی تھا سورۂ برأت جب اتر رہی تھی میں اُسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں، حضورؐ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے، جو ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے حضورؐ میں جہاد کے احکام اس اندھے پن میں کیسے بجا لا سکتا ہوں، اسی وقت یہ آیت اتری، پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رُک جاتے ہیں، جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی وغیرہ تھے انہوں نے کہا کہ حضورؐ ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تاکہ ہم بھی راہ خدا میں جہاد کو نکلیں اور آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں، آپؐ نے جواب دیا کہ واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں، یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غمزدہ اور رنجیدہ لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گذارنی پڑیگی نہ انکے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس جناب باری نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسلی کر دی، یہ آیت قبیلۂ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے، محمد بن کعبؓ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے، سالم بن عوف بنی واقف کے، حرمی ابن عمرو بنی مازن کے، عبدالرحمن بن کعب بن معلی کے، فضل اللہ بنی سلمہ کے، عمرو بن عتمہ، اور عبداللہ بن عمرو مزنی، اور بنو حارثہ کے علیہ بن زید، بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے، انہی نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے میرے مجاہد ساتھیو تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں، پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہؓ نے کہا وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں، آپؐ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رکے ہیں، اور روایت میں ہے انہیں بیماریوں نے روک لیا ہے۔ پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں مالدار ہٹے کٹے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آکر بہانے تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے، عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں[1] فرمایا اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مُہر خداوندی لگ چکی ہے، اب وہ اپنے بھلے بُرے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں:

---

[1] یعنی زمین پر اس طرح بیٹھ گئے کہ اُٹھنے اور ہلنے کا نام تک نہیں لیتے۔ در جہاد دائے فریضہ کی ادائیگی سے جان بچاتے ہیں غالباً ہم ہی کسی موقع پر لکھ چکے ہیں کہ جہاد خاص اوقات اور حالات میں فرض ہوتا ہے عام حالات میں جہاد فرض نہیں ہے ۱۲ محشی

THE UNIVERSITY LIBRARY
UGC-CL
Allahabad

Accession No. 377805 (A+B)
Call No. 215.91
17
808 / 4/9/79

Ram Nath
Book Binder
600, Katra, Allahabad